مدیر اعلیٰ

حافظ عبد الرحمن مدنی

حفظہ اللہ

مدیر

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

356

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

جولائی ۲۰۱۲

۹ حصولِ علم اور فضائل اُمتِ محمدیہ

۲۷ اُمتِ محمدیہ میں شرک اور شرک کے اندھیرے

۶۶ روزہ اور زکوۃ کے بارے اہم فتاویٰ

۴۳ قبروں پر قبہ بنانے پر صحیح حدیث میں تحریف

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی ایک اور عظیم و منفرد کاوش

'کتاب و سنت.کام' اور 'محدث فورم'

اُردو زبان کی مقبول ترین دینی ویب سائٹ اور فورم

یومیہ 5000 سے زائد وزیٹرز
دنیا بھر سے ہر لمحہ 600 تا 800 قارئین

فنی نگران:	علمی نگران:	زیر اہتمام:	زیر سرپرستی:
انجنیئر شاکر علی	حافظ محمد زبیر حافظ طاہر اسلام عسکری	حافظ انس نضر مدنی ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی	مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

خصوصیات

- اسلامی مضامین، کتب اور دینی رسائل کے لئے پہلی اُردو یونی کوڈ (سرچ وایڈٹ ایبل) ویب سائٹ
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ ضروریات کے مطابق خصوصی اور اہم مضامین
- ویب سائٹ کے ہر صفحہ اور سروس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت

جاری پروگرام

۱. شعبہ کتب: یومیہ دو کتب کا اضافہ (یونی کوڈ اور PDF) .... آن لائن کتب: ۸۳۵

۲. شعبہ مضامین: مختلف ایام اور حالات کی مناسبت سے شائع کئے جانے والے اہم مضامین

۳. محدث فورم: چار ماہ قبل شروع کیا جانے والا شرعی بحث ومباحثہ کا فورم .... اراکین: ۷۳۳، موضوعات ۱۹۰۳، ترسیلات ۱۱۹۷۶

۴. آن لائن شرعی کلاسز: دنیا بھر کے لئے تفسیر ابن کثیر اور صحیح بخاری کی آن لائن ہفتہ وار فری کلاسز

۵. شعبہ رسائل: روزانہ ایک رسالہ کا آن لائن اضافہ ... محدث کے ابتدائی ۱۰ سال کے شمارے آن لائن

درج ذیل ممتاز دینی رسائل پر کام جاری ہے:

a. ماہنامہ 'محدث' لاہور: پاکستان کا مشہور و معروف تحقیقی مجلہ

b. سہ ماہی 'رُشد': علوم قرآن کے لئے مخصوص لاہور اسلامک یونیورسٹی کا ترجمان

c. ماہنامہ 'الحدیث' حضرو: حدیثی موضوعات اور عالمانہ تحقیقات پر مشتمل مقبول مجلہ

d. ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور: پاکستان میں جماعت اہل حدیث کا علمی ترجمان

مستقبل کے منصوبے

۶. شعبہ فتاویٰ: لاہور اسلامک یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ کے فتاویٰ اور شرعی جوابات

۷. آڈیو سیکشن: پاکستان کے نامور علمائے کرام اور ممتاز قرائے عظام کی تقاریر و تلاوتیں

۸. لاہور اسلامک یونیورسٹی کی تین اسلامی لائبریریوں کی آن لائن فہارس کتب

۹. قرآن و سنت: قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مستند اردو تراجم

www.kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ
محدث
لاہور پاکستان

مدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

only for SMS
0333-4213525

شمارہ ۳۵۶ جلد ۴۴ | جولائی ۲۰۱۲ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ | عدد ۷

مجلس ادارت
حافظ انس مدنی | ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی
ڈاکٹر حافظ محمد زبیر | محمد کامران طاہر

فہرست مضامین

فکر و نظر
علومِ اسلامیہ کی معیاری تعلیم؛ وقت کی اہم ضرورت — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی — ۲

حدیث و سنت
حصولِ علم اور فضائل اُمتِ محمدیہ — مولانا امین اللہ پشاوری — ۹

احکام و شرائع
رمضان المبارک کی عبادات — اُمّ عبد الرب — ۲۷

تحقیق و تنقید
قبروں پر قبہ بنانے پر صحیح حدیث میں تحریف — مولانا عبد الرحمن ضیاء — ۴۲

ایمان و عقائد
اُمتِ محمدیہ میں شرک اور شرک کے اندھیرے — عطاء الرحمن علوی — ۵۶

دعوت و تحریک
محمد بن عبد الوہاب اور اُن کی تحریک کے عقائد — ڈاکٹر محمد سعد شویعر — ۷۹

دار الافتاء
روزہ اور زکوۃ کے بارے اہم فتاویٰ — محمد بن صالح المنجد — ۱۰۳

مراسلات — حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اور حافظ عبد الستار حفظہ اللہ — ۱۱۰

زرِ سالانہ =/۳۰۰ روپے
فی شمارہ =/۳۰ روپے

بیرونِ ملک
زرِ سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

042-35866476
35866396
Email:
muh@liu.edu.pk
Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore
Designing: Crystal Art
27, 1st Floor, Abrar Center
Wahdat Road Lahore.
0323-7471862-1

Islamic Research Council

ترسیل کی شکایات اور انتظامی اُمور کیلئے محمد اصغر 03054600861

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے، ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علومِ اسلامیہ کی معیاری تعلیم؛ وقت کی اہم ضرورت

اسلام اللہ کا آخری دین ہے جس میں دین ودنیا کی تمام خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں۔ دین کے بارے میں یہ تصور مغربی تہذیب نے دیا ہے کہ وہ صرف اللہ اور بندے کے باہمی تعلق کا احاطہ کرتا ہے اور دنیا کے دیگر معاملات کو ہمیں انسانی عقل ودانش اور تجربے کی روشنی میں بروے کار لانا چاہئے۔ دین کا یہ محدود تصور ایک طرف سیکولر نظریہ کو پیدا کرتا ہے تو دوسری طرف اس سے دین ودنیا کی ثنویت وجود میں آتی ہے۔ مغرب کے اس بنیادی نظریہ پر ایمان لے آنے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں بھی تمام علوم کی تعلیم اس سیکولر سوچ کی بنا پر دی جاتی ہے اور اس سیکولر نظامِ تعلیم کے پروردہ آخر کار مسلم معاشرے کو بھی دو خانوں: دین ودنیا میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

مسلم معاشروں میں یہ مسئلہ مدارس دینیہ کے ذریعے پیدا نہیں ہوا کہ دین ودنیا کے دو خانے وجود میں آگئے اور مسٹر وملّا کی گہری خلیج حائل ہوئی، بلکہ استعمار کے دورِ حکومت میں جب سیکولر نظریۂ زندگی پر معاشرے کی تشکیل کی گئی اور مغرب نے سکول وکالج کا نظام قائم کرکے دنیا کی تعلیم کے ادارے علیحدہ کر لئے تو دین کی بنا پر تعلیم دینے والے مدارسِ دینیہ باقی رکھے جانے کے نتیجے میں از خود دین ودنیا کی ثنویت قائم ہوگئی۔ جبکہ ان مدارس دینیہ کی بنا پر صدیوں تک چلے آنے والے مسلم معاشروں میں دین ودنیا کی کوئی تقسیم نہیں تھی، اور ان کے ہاں تمام علوم ہی شریعتِ اسلامیہ کے وسیع اور جامع تر تصور کے تحت پڑھے پڑھائے جاتے تھے۔

اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہی ہے، اور اسلام جس طرح ہماری آخرت کی اصلاح کرتا ہے، اسی طرح اس سے ہماری دنیا بھی سنورتی ہے۔ اسلام زندگی کی اُن بیش قیمت تفصیلات پر مشتمل ہے جس پر عمل پیرا ہو کر مسلمان خیر القرون میں ایک مثالی معاشرہ میں ڈھل گئے اور یہ اسلامی تعلیمات کا ہی اعجاز تھا کہ عرب کے جاہل بدو، اسلام کی تعلیمات سیکھ کر چند ہی سالوں میں دنیا کے قائد وامام بن گئے۔ اُن کا دین بھی سنورا اور دنیا بھی نکھر گئی۔ اسلام نے ان کو عظیم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور اجتماعی قوت ہی نہیں بنایا بلکہ وعدہ قرآنی کے عین مصداق امن وامان کی دولت سے بھی یہ معاشرے مالا مال ہو گئے اور بشارتِ نبوی کے مطابق چشم فلک نے یہ دیکھا کہ زکوۃ لے کر نکلنے والوں کو زکوۃ وصول کرنے والا نہ ملتا تھا، گویا مسلم معاشروں سے غربت کا بھی خاتمہ ہو گیا جس کے خاتمے کے لئے آج کی مغربی تہذیب ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود کامیاب نہیں ہو پا رہی۔ دورِ عثمانیؓ میں زکوۃ کی تقسیم مشکل ہو جانے سے صورتحال یہاں تک پہنچ گئی کہ خلافتِ اسلامیہ نے اموالِ باطنہ کی زکوۃ ادا کرنے کی ذمہ داری ہر صاحب نصاب مسلمان کے ہی سپرد کر دی۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور قرآنِ کریم کے فرامین پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وقت کی سپر پاورز قیصر و کسریٰ ان کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے۔ گویا اسلامی نظریہ نے انہیں دنیا میں بھی کامیابی و کامرانی کی ضمانت دی!!

یہ اسلام کی محض عسکری فتح ہی نہیں تھی، بلکہ اسلام کی نظریاتی قوت نے بھی ان قوموں کو زیر کیا اور اسلامی احکام و شرائع کو دل و جان سے مسلمانوں نے قبول کیا۔ ظاہر ہے کہ قوم مسلم کی یہ دنیوی کامیابی انہی کتاب و سنت کو سیکھنے اور پھر ان پر مخلصانہ عمل پیرا ہونے کا نتیجہ تھی جنہیں آج ہمارے نادان مسلمان بھائی صرف مسجد و مدرسہ تک محدود رکھنے پر اصرار کئے بیٹھے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں سیاست و عدالت، معاشرت و معیشت، قانون و قضا اور تعلیم و ابلاغ کی اس قدر لمبی چوڑی تفصیلات ہیں جن سے دنیا کے دیگر مذاہب یکسر محروم ہیں۔ اسلامی علمیت کا دیگر مذاہب کے علوم سے اگر مقابلہ کیا جائے تو اپنی جزئیات و تفصیلات کے لحاظ سے اسلامی علوم کا ظاہری حجم ہی اُن سے دسیوں گنا زیادہ ہے۔ اور اگر ان علوم کی گہرائی اور گیرائی کا بصیرت افروز جائزہ لیا جائے تو اسلام کو اللہ کا عطا فرمودہ دین اور انسانیت کے لئے عظیم الشان تحفہ مانے بنا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

مسلم فرد اور اسلامی معاشرے کی کامیابی و کامرانی علومِ اسلامیہ میں رسوخ، اس کے فروغ اور اس پر مخلصانہ عمل میں ہی مضمر ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ دیگر علوم کی طرح اسلام کو بھی جدید یونیورسٹیوں میں محض علم کی ایک شاخ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، اور جس طرح سیاسیات و معاشیات میں دو سالوں میں طالب علم کے ہاتھوں میں سندِ فراغت تھمادی جاتی ہے، علومِ اسلامیہ کو بھی اتنا یا اُس سے مختصر ہی وقت دیا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام تو علوم کا ایسا خزینہ ہے جس پر پوری زندگی بھی صرف کی جائے تو اس کے معانی و مفاہیم ختم ہونے میں نہ آئیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے نبوت کی دو عشروں پر محیط زندگی میں علوم و معارف کے وہ خزانے ملتِ اسلامیہ کو بہم پہنچائے جس پر بعد کی چودہ صدیاں گزر جانے اور مسلم علما کی بھرپور کاوشوں کے بعد آج تک ان علوم میں تحقیق و تدقیق جاری ہے۔ قرآنِ کریم کی سینکڑوں تفسیریں لکھی گئیں، احادیثِ نبویہ کے ہزاروں مجموعے مرتب ہوئے، فقہی مسائل پر اَن گنت تفصیلات اور جزئیات موجود ہیں، جنہیں جان اور سمجھ کر انسانی دانش حیران رہ جاتی ہے۔ مسلم ذخیرہ دانش میں لاکھوں لوگوں کے حالاتِ زندگی محفوظ ہوگئے۔ تفسیر و علوم قرآن، حدیث و علوم حدیث، عقیدہ وایمانیات، فلسفہ وکلام، تاریخ وسیرت، جغرافیہ وبلدان، شعر وادب اور لغت وقوامیس کی وہ کتنی بیش بہا تفصیلات ہیں جو مسلمانوں کے ترویج کردہ علوم میں پائی جاتی ہیں۔ معاشرت کے ہر پہلو پر اسلام کی تفصیل در تفصیل رہنمائی اور تحریری وعلمی ذخیرہ موجود ہے۔ مسلم علما نے قرآن وسنت اور شریعتِ اسلامیہ کو اس طرح اپنی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کا مخاطب بنایا کہ اسلامی علمی ذخیرہ میں دو درجن سے زائد جلدوں میں لکھی جانے والی کتب کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہے اور اُن کتب کو کسی ایک مسلم محقق ومصنف نے قلم بند کیا ہے۔ آج ترقی وتہذیب کے اس دور میں بھی، مغرب کے اہل علم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں کہ اُن کے ہاں درجنوں جلدوں میں کسی ایک فاضل کے ہاتھوں کوئی ایک کتاب تصنیف کی جائے۔ ان کے ہاں ایسے کام اجتماعی کاوش کے ہی مرہونِ منت رہے ہیں، جنہیں بھاری بھر کم مادی مفادات کے عوض حیطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔

اسلام، انسان کی پوری زندگی کی تفصیلات پیش کرتا ہے۔ اسلام کی بنا پر کسی ریاست کا تشخص متعین ہوتا ہے، ایک فرد اپنی پوری زندگی کے اہداف کا تعین مسلم اور غیر مسلم ہونے کے ناطے کرتا ہے۔ اس کی زندگی کے آغاز واختتام اور زندگی کے اہم ترین مراحل، حتی کہ دیگر انسانوں سے روابط کی حدبندیاں اسلام کی رو سے متعین ہوتی ہیں۔ جرم وگناہ اور جزا وسزا کے فیصلے اسلام کی میزان پر ہوتے ہیں۔ اس نظریہ کی بنا پر دنیا بھر میں مفادات کی کھینچا تانی ہوتی ہے اور دنیا اسی دینی نظریہ کی بنا پر تقسیم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی بنا پر بعض کو حزب اللہ اور بعض کو حزب شیطان قرار دیتا ہے۔ پوری دنیائے کفر، نظریۂ اسلام کی بدولت اسلام کے مقابلے میں مجتمع ہو جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مذہب کی تعلیم وتدریس سے غفلت برتنا اور اس کی معرفت میں کوتاہی کرنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سنگین ملی جرم ہے جس کا ارتکاب دورِ حاضر کے مسلم معاشروں میں بہ تکرار کیا جارہا ہے!!

آج مغرب کی پروردہ، مسلم معاشروں کی سیکولر یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ کی سب سے اعلیٰ ترین سند پی ایچ ڈی کے لئے دو سے تین سال کی براہِ راست تعلیم کافی سمجھی جاتی ہے۔ جس تعلیمی دورانیہ کا نصف سے زائد وقت بھی خالص علوم اسلامیہ کے بجائے، اس کے معاون علوم میں صرف ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایم اے اسلامیات کے نصاب میں شامل پرچوں میں قرآن وحدیث اور فقہ کو نکال کر، باقی پرچے یعنی اسلام اور سائنس، اسلام اور تحریکیں، تقابل ادیان، فلسفہ و علم الکلام، معاصر اسلامی دنیا وغیرہ علوم اسلامیہ کے وہ پہلو ہیں جنہیں امدادی علوم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد پی ایچ ڈی مرحلہ کی ایک سالہ تعلیم میں بھی انگریزی زبان، کمپیوٹر اور اُصولِ تحقیق ایسے معاون مضامین کی تدریس جاری رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قوم کے مرکزی دھارے اور تعلیم کے مرکزی نظم میں علوم اسلامیہ کی محض ڈیڑھ دو سالہ تعلیم انتہائی ناکافی ہے، جس سے اسلامیات کی مہارت پیدا ہونے کا دعویٰ کیا جاسکے۔ ان مغربی یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ کی تعلیم کا دائرہ عمل اس نوعیت کے ایک آدھ شعبہ تک ہی محدود رہتا ہے۔ اس کے بالمقابل انہی جامعات میں سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم کے لئے درجنوں شعبے سرگرم عمل ہوتے ہیں، سائنس کی ایسی ایسی امکانی شاخیں یہاں پڑھائی جاتی ہیں جن کے موضوع کو سمجھنے کیلئے بھی معقول صلاحیت درکار ہے۔

دوسری طرف انہی مسلم ممالک میں سائنس وانجنیئرنگ کی صرف ایم اے تک اہلیت کے لئے ۸ سال تک پڑھایا جاتا ہے، اس کے بعد کہیں جاکر اُنہیں سائنسز کا گریجویٹ سمجھا جاتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سائنس وانجنیئرنگ کے لئے مڈل تک جنرل سائنس کے وقیع نصاب کے بعد، میٹرک سائنس مضامین کے ساتھ، پھر پری میڈیکل اور پری انجنیئرنگ اور انٹر میڈیٹ کے بعد مزید چار چار سالہ کورسز، تب کہیں جاکر کسی طالب علم کو سائنس کے کسی میدان میں فضیلت کا پہلا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کے بعد پی ایچ ڈی تک وہ جانا چاہے تو ان ۸ سالوں پر مزید ۵ سال شامل کرلینے چاہئیں۔ ہمارے ملک میں قانون کی تعلیم کے لئے بھی کم از کم ۵ سال کی تعلیم کے بعد سندِ فضیلت دی جاتی ہے لیکن اسلام ہی علم کی ایسی مظلوم شاخ ہے کہ روزِ اول سے نصاب کے کمزور ترین رسالے، کوئی بھی استاد حتیٰ کہ بعض اوقات کسی غیر مسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے اسلامیات کی بے روح لازمی تدریس کے بعد صرف ڈیڑھ دو سال میں اُس کو سندِ فضیلت تھما کر، یونیورسٹی کے سماجی اعتراف کے ذریعے اس 'فاضل' کو خدمتِ اسلام پر مامور کر دیا جاتا ہے۔

بعض پرائیویٹ یونیورسٹیوں نے تو اس پر حد ہی کر دی ہے کہ ان کے ہاں اسلامیات کی پی ایچ ڈی مرحلہ کو عبور کرنے کے لئے ایم اے کے درجے کی کوئی بھی سند کافی خیال کی جاتی ہے۔ یعنی جس طالبعلم نے تعلیم کے سولہ برسوں میں ایک بار بھی علوم اسلامیہ کو نہیں پڑھا، اور وہ بالفرض انجنیئرنگ کا طالبعلم ہے، اگر وہ چاہے تو وہ بھی ایم فل میں محض ۹ ماہ کی براہ راست تعلیم کے بعد، محض ایک مقالہ لکھ لینے سے اسلام کا فاضل اجل بن سکتا ہے۔

اسلامیات کی اس درجہ سرسری تعلیم حاصل کرنے والے اساتذہ ہی بعد میں دیگر نونہالانِ وطن کو علوم اسلامیہ کی تعلیم وتربیت دینے پر مامور کئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایک فاضل و قابل اُستاد چند ماہ میں ہی طالبِ علم کو شریعت اور اسلام کی گہری تفصیلات سے باخبر کر سکتا ہے، لیکن اگر اساتذہ کرام کی اپنی تعلیم بھی انہی سرسری مراحل سے گزر کر مکمل ہوئی ہو تو پھر وہاں علوم اسلامیہ کا کیا معیار ہو گا...؟

طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ بعض نامور پرائیویٹ یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی تعلیم کے لئے، جن پروفیسرز کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی علوم اسلامیہ میں خود پی ایچ ڈی کی رسمی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔ یعنی اس نے زندگی بھر چند سال بھی اسلام کا مطالعہ نہیں کیا لیکن وہ اسلام کی تفصیلات سکھانے میں مگن ہے اور یہ ظلم قومی تعلیمی اداروں کے تعاون سے وطن عزیز پاکستان میں جاری وساری ہے۔ ایک ہی یونیورسٹی میں عربی زبان اور انگریزی زبان کے تعلیم کے معیار، مراحل اور اہداف کا مقابلہ کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ انگریزی میں ایم اے کرنے والا تو انگریزی زبان کی بیش بہا تفصیلات سے آگاہ ہوتا اور اس میں معیاری اہلیت رکھتا ہے، جبکہ انہی یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی مہارت کی سند لینے والا عربی میں چند جملے بھی درست نہیں لکھ سکتا۔ اس امتیاز کی اس کے سوا کیا وجہ ہے کہ ہمارے اربابِ اقتدار اور علم و تدریس کے مسند نشینوں کے نظریات اور اہداف ہی مختلف علوم کے لئے جداگانہ ہیں۔ وہ مشرقی و مغربی علوم کے مابین شدید تعصب کا شکار ہیں، دونوں کی افادیت کے بارے میں ان کے نظریات میں واضح بُعد پایا جاتا ہے۔ اسلام نے علم کو مشرق و مغرب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حد بندیوں سے نکال کر ہر مفید علم سیکھنے کی تلقین کی ہے اور شرعی علوم سیکھنے والوں کو بہترین مسلمان قرار دیا ہے لیکن مغرب کے اہل علم ودانش علوم اسلامیہ کے بارے میں انتہاپسندی کرتے ہوئے، انہیں بہ مشکل گوارا کرنے پر ہی راضی ہیں، ان کا بس چلے تو وہ یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ کے شعبے بند اور اس کی اعلیٰ اسناد کو منسوخ ہی کر دیں، جس کا اظہار کئی بار تعلیمی مقتدرہ کی زبانوں سے بھی ہو چکا ہے۔

اگر ان یونیورسٹیوں میں اربابِ اختیار سے بات کی جائے کہ علوم اسلامیہ میں بھی پوری مہارت بہم پہنچائی جانا چاہئے، ان علوم کے لئے معیاری دورانیہ اور فاضل اساتذہ کی خدمات میسر آنا چاہئے تو اس کے جواب میں وہ اسلامیات کے امتحانات کے ذریعے حاصل ہونے والی بھاری آمدن کا شوشہ چھوڑ دیتے ہیں کہ اگر ہم نے اسلامیات کے نصاب کو مشکل کیا تو یونیورسٹیوں کی آمدن متاثر ہوگی، لوگوں کو اسناد بڑی تعداد میں ملنی چاہئیں تاکہ معاشرے میں وہ ایم اے کے بعد ملازمت حاصل کر سکیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آمدن کا بوجھ بھی صرف علوم اسلامیہ پر ہی کیوں ہے؟ بے روزگاری کی یہ فکر مندی صرف یہاں سے کیوں پوری کی جاتی ہے۔ اگر اتنی بڑی تعداد میں انجنیئرز پیدا کرنے شروع کر دیے جائیں اور چند مہینوں میں اعلیٰ اسناد تھما کر پوری قوم کو انجنیئرز بنا دیا جائے تو اس سے کیا یونیورسٹیوں کے خزانے بھر نہیں جائیں گے...؟؟

آج علوم اسلامیہ سے بے اعتنائی اور بے پروائی کا وبال ہے کہ مسلم معاشرے اللہ کے دین سے محروم ہیں، ان میں اسلام کے ماہرین نظر نہیں آتے، شہروں کے شہر علما سے ویران پڑے ہیں، کوئی فاضل عالم نظر نہیں آتا اور علم سے بے بہرہ لوگ اسناد تھام کر، لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ کوئی اللہ کا عالم وعامل بندہ دنیا سے اُٹھ جاتا ہے تو اس کی جگہ پوری کرنے والا نہیں ملتا۔ حکمرانوں اور معاشروں کی منصوبہ بندی کرنے والوں نے یہ ذمہ داری اہل مدارس کے سپرد کر کے، اپنے حصہ کا کام یہ منتخب کر لیا ہے کہ ان کے ذرائع آمدن کو بھی ختم کر دیا جائے، ان کے اوقاف قبضے میں لے لئے جائیں، ان کی اسناد کو بے اعتبار کر دیا جائے، ان کے خلاف میڈیا کے سرکش اذہان کو کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ اسلام کے خلاف اپنے خبثِ باطن کا اظہار دین کے فروغ کے ان اداروں کے خلاف بول کر کریں۔ اس پوری سماجی رویے کا وبال مسلم اُمہ پر اس حالت میں پڑ رہا ہے کہ دین روز بروز کمزور ہو رہا ہے، اللہ سے تعلق ٹوٹ رہا ہے، اسلام کے تقاضے پامال ہو رہے ہیں اور مسلم معاشرے مادہ پرست مغربیت کے پیچھے سرپٹ دوڑ کر دین ودنیا کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلت سمیٹ رہے ہیں۔

ایسے حالات میں جب سرکاری اداروں کو اپنے فرض کی فکر نہیں بلکہ وہ رہے سہے نصابات کو بھی ختم کر دینے پر تلے بیٹھے ہیں تو عامۃ المسلمین کا ہی یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دین کی تعلیم و تعلّم کا معیاری انتظام کریں اور اس اہم ضرورت کی تکمیل کے لئے اپنی صلاحیتیں کھپا دیں۔ سوانہی حالات میں جامعہ لاہور اسلامیہ میں ایک اعلیٰ معیار کی اسلامی جامعہ قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس میں علوم اسلامیہ کا دنیا میں موجود بہترین معیار پاکستان میں میسر کرنے کا انتظام کیا جارہاہے تاکہ پاکستان میں جامعہ ازہر اور مدینہ یونیورسٹی کے معیار کی اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنا ممکن ہو۔ اس میں علوم اسلامیہ کا اعلیٰ ترین نصابِ تعلیم پڑھایا جائے، اس کا سرکاری سطح پر اعتراف حاصل کیا جائے اور مثالی اساتذہ یہاں تدریس کے فرائض انجام دیں۔ یہاں علوم اسلامیہ کو تقویت دینے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے جمیع علوم کو اسلامی زاویۂ نظر سے پڑھایا جائے۔ علم کو دین و دنیا کی ثنویت سے نکال کر، قرآن وسنت کی روشنی میں ہر علم کو سیکھا سکھایا جائے۔

خوش کن امر یہ ہے کہ تادمِ تحریر اس سمت بہت سی منازل طے ہو چکی ہیں۔ برصغیر میں مدارس کی دو صد سالہ تاریخ میں پہلی بار ایسا ہو رہا ہے کہ کسی اسلامی مدرسہ کے نظام، روح اور ہدف و مقصد کو جدید یونیورسٹی کے انتظامی ماڈل میں سمو دیا جائے۔ عملاً اس کے تفصیلی خدوخال کیا ہیں، اور اس کے نصاب و نظام کی جزئیات کیا تجویز کی گئی ہیں، اس کی تفصیلات ایک مستقل مضمون کی متقاضی ہیں۔ فی الحال یہ اطلاعات کافی ہیں کہ جامعہ ہذا میں دو سال سے نیا نصاب و نظام جاری ہو چکا ہے، پنجاب حکومت سے اس کی منظوری حاصل ہوئے ۷ ماہ ہو چکے ہیں اور رمضان المبارک کے اس مبارک مہینے کے کسی لمحے مختلف میدانوں میں کلاسیں شروع کرنے اور اعلیٰ سرکاری اسناد عطا کرنے کی باضابطہ سرکاری اجازت میسر آنے والی ہے۔ اگر اللہ کی مدد شامل حال رہی تو عظیم الشان اسلامی جامعہ قائم ہو کر رہے گا اور پاکستان میں علوم اسلامیہ کے رسوخ اور فروغ کا یہ قرض اپنے تئیں ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ... ظاہر ہے کہ یہ بڑا ہی عظیم الشان کام ہے جو قرض بھی ہے اور فرض بھی اور اس کے لئے ہم پر خلوص دعا کر کے، اس کو کامیاب کرنے کی مساعی میں عملاً شریک ہو سکتے ہیں۔ السعی منا والاتمام من اللہ

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا امین اللہ پشاوری

حصولِ علم اور فضائلِ اُمتِ محمدیہ

جامعہ لاہور اسلامیہ کی جوہر ٹاؤن، لاہور میں واقع برانچ البیت العتیق میں مؤرخہ ۲/جون ۲۰۱۲ء کو مشکوۃ المصابیح کے اختتام کے مبارک موقع پر مشکوۃ کی آخری حدیث پر درس کے لئے پشاور کے نامور عالم اور مفتی مولانا امین اللہ حفظہ اللہ کو دعوت دی گئی۔ مولانا موصوف نے اپنے درسِ حدیث میں اس فرمان نبویؐ کے حوالے سے وقیع اور اہم نکات بیان فرمائے۔ اس موقع پر مدیر الجامعہ مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی کے علاوہ، مولانا حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہما اللہ کے بھی خطابات ہوئے جنہیں حاضرین کی کثیر تعداد نے بڑی توجہ سے سنا اور اپنے قلوب کو نورِ ایمان سے منور کیا۔ مولانا پشاوری کا اس موقع پر ہونے والا خطاب ضروری تراميم کے بعد ہدیۂ قارئین ہے جسے جامعہ ہذا کے اُستاذِ حدیث مولانا ابو عبد اللہ طارق نے ترتیب دیا ہے۔ ح م

خطبہ مسنونہ کے بعد ... مشکوۃ المصابیح کی آخری حدیث یہ ہے:

عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده أنه سمع ﷺ يقول في قوله تعالى: [كنتم خير أمة أخرجت للناس] قال: «أنتم تتمون سبعين أمة أنتم خيرها وأكرمها على الله تعالىٰ» رواه الترمذي وابن ماجه والدارمي وقال الترمذي: هٰذا حديث حسَن[1]

”نبی کریم ﷺ نے اللہ کے اس فرمان ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو“ کے ضمن میں فرمایا: تم ستر اُمتوں کی تکمیل کرنے والے ہو۔ تم اللہ کے ہاں اُن میں سے بہترین اور معززترین اُمت ہو۔“

مشکوۃ المصابیح کی اس آخری حدیث کی شرح سے پہلے میں ایک مقدمہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رہے کہ علم کی کئی اقسام ہیں:

---

۱ مشکوۃ المصابیح: رقم ۶۲۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱) علم روایت

یعنی کتاب میں حدیث کو پڑھنا پھر اسے آگے نقل اور بیان کر دینا اور دوسرے لوگوں کو پڑھانا۔ یہ علم آسان ہے، اتنا مشکل نہیں ہے۔ اکثر علما یہ کام کرتے ہیں، البتہ پورا کمال صرف اسی میں نہیں ہے اور ایک صحیح حدیث میں بعد والے زمانے کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

إنكم أصبحتم في زمان كثير فقهاؤه قليل خطباؤه قليل سؤاله كثير معطوه، العمل فيه خير من العلم، وسيأتي زمان قليل فقهاؤه كثير خطباؤه كثير سؤاله قليل معطوه العلم فيه خير من العمل[1]

”آپ ایسے زمانے میں موجود ہیں جس میں دین کی بصیرت رکھنے والے زیادہ، خطابت کا جادو جگانے والے کم، مانگنے والے کم اور دینے والے زیادہ ہیں۔ اس زمانے میں علم پر عمل کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ عنقریب اس کے برعکس زمانہ آنے والا ہے، جس میں لوگ عمل بجالانے پر محض جان لینے کو ترجیح دیں گے۔“

۲) علم درایت

علم کی دوسری قسم کو 'علم درایت' کہتے ہیں یعنی کتاب و سنت کے معانی کو سمجھنا اور دوسرے لوگوں کو سمجھانا، مسائل کی صحیح تحقیق کرنا۔ یہ علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين»[2]

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں، اسے علم درایت، فقہ الحدیث کا علم اور کتاب و سنت کی سمجھ دے دیتے ہیں۔ الحمد للہ یہ علم پہلے علما کے پاس بھی بہت زیادہ تھا اور آج بھی ہے۔

---

۱ السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۱۸۹

۲ صحیح بخاری: ۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳) علم رعایت

تیسرا علم 'علم رعایت' ہے یعنی اللہ رب العالمین کا حکم معلوم کرنے کے بعد اسے اس کے وقت اور جگہ کا لحاظ کرتے ہوئے عملی جامہ پہنانا، اس کے مطابق عمل کرنا اور ایسا بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾[1]

"انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں نصاریٰ کی مذمت کی ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اصل تو عمل ہی ہے۔ اگر کوئی انسان دعویٰ کرتا ہے کہ میں مومن، مسلمان اور اہل حدیث اور اہل سنت ہوں، لیکن اس میں ایمان، اسلام اور حدیث اور کے آثار دکھائی ہی نہیں دیتے تو یہ اکیلا دعویٰ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ میں علم رعایت کو بڑے عجیب انداز میں بیان فرمایا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾﴾[2]

"یہ اس لیے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل کے کسی حصے پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ (سارا) فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے دے اور اللہ ہی بڑے فضل والا ہے۔"

یعنی اہل کتاب کا کہنا ہے کہ اللہ کا فضل ہم پر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ کتاب وسنت پر عمل کرو تو اللہ کا فضل تم پر ہو جائے گا اور اہل کتاب خجالت میں پڑ جائیں گے۔ تو میرا مقصود یہ ہے کہ حدیث کی یہ جو کتاب ہے، ہمیں اس کی رعایت کرنی چاہیے اور ہر حدیث مبارکہ کا لحاظ کرتے ہوئے اسے اس کے موقع پر عمل میں لانا چاہیے۔

---

۱ سورۃ الحدید:۲۷

۲ ایضاً:۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید کی تلاوت کا طریقہ سنتِ نبوی ؐمیں موجود ہے، احادیث کی کتابوں میں اور مشکوٰۃ میں بھی لکھا ہوا ہے۔ ہمیں اسی کے مطابق قرآنِ کریم کی تلاوت کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنی زندگی میں سادگی پیدا کرنی چاہیے، اس بارے میں بھی کتابوں میں بہت ساری احادیث موجود ہیں۔

شرعی علم کے حصول کا طریقہ

شریعت کا صحیح علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ یہ بہت ہی اہم سوال ہے۔ اسے درج ذیل چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ علم دو قسم کا ہوتا ہے:

۱۔ ظاہر الشریعہ: علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں اور یہ چیزیں معروف ہیں۔ تفصیل میں جانے کی بجائے میں یہاں صرف ان کے نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کروں گا۔ پہلی چیز ہے توجہ سے سننا یعنی الاستماع اور دوسری چیز ہے خاموشی یعنی الانصات۔ تیسری چیز حفظ اور چوتھی اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ پانچویں اور آخری چیز اس علم کی نشر و اشاعت ہے۔

۲۔ علم اسرار الشریعہ: علم کی دوسری قسم کا نام علم اسرار الشریعہ ہے۔ یعنی شریعتِ مطہرہ کے اسرار و رموز... اور کتاب و سنت میں موجود حکمتوں کو حاصل کرنے کا جو راستہ ہے، وہ بھی پانچ چیزیں ہیں:

① **اتباع سنت:** اس علم کو حاصل کرنے کے لیے پہلی ضروری چیز نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع ہے۔ سنت نبویہ ﷺ میں نور ہے اور علم بھی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَءَامِنُوا بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾[1]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس روشنی میں تم چلو

۱ سورۃ الحدید:۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر وگے اور وہ تمہیں معاف کر دے گا اور اللہ معاف اور رحم کرنے والا ہے۔"

④ **اسرارِ شریعت کا حصول:** اسرارِ شریعت کے حصول کے لیے دوسری ضروری چیز قرآن کی اصطلاح میں احسان ہے اور بعض علما کی اصطلاح میں اسے 'مراقبہ' بھی کہا جاتا ہے۔ جب کسی انسان کے دل میں احسان کی صفت پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اس بندے کے لیے شریعت کے اسرار کو کھول دیتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۲۲﴾[1]

"اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم سے نوازا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے یوسف علیہ السلام کو شریعت کی حکمت عطا فرمائی۔ باطنی علم اور ظاہری علم دونوں سے نوازا اور یہ صرف انہی کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ یعنی یہ حکم اور علم میں ہر محسن کو بلکہ محسنین کو دیتا ہوں۔ ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۴﴾[2]

"اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا۔"

'احسان' کے معنی ہمیں قرآن پاک میں ہی مل جاتے ہیں اور یہ مجرب قاعدہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی مشکل یا مبہم (یعنی جس کا مطلب واضح نہ ہو) لفظ استعمال ہو جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ہی اس کی وضاحت بھی فرما دیتے ہیں۔ یہاں بھی 'احسان' کی تفسیر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے ہیں کہ

---

1 سورۃ یوسف:۲۲
2 سورۃ القصص:۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[1]

"اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو اس کے نفس کے بارے بہلانا پھسلانا شروع کر دیا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: آ جاؤ، یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ وہ میرا ربّ ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔"

آدمی جوان ہے خواہش بھی ہے، بیوی نہیں ہے۔ خود مسافر اور غلام ہیں، بُرائی کی دعوت دینے والی عورت جوان، حسن و جمال اور منصب والی ہے۔ الغرض بُرائی کے تمام اسباب ودواعی موجود ہیں، لیکن اللہ کی راہ پر چلنے والے کے دل میں اللہ کی توجہ اس قدر غالب ہے کہ اُنہوں نے اس غلط کام کو جوتے کی نوک پر ٹھکرا دیا۔ پس یہی احسان ہے۔

درجاتِ احسان: احسان کے دو درجے ہیں:

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک حدیث میں احسان کے یہ دونوں درجے بیان ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ سے احسان کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

«أن تعبد الله كأنك تراه»

احسان یہ کہ "آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسے کریں جیسے آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔"

اور احسان کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں یہ بات ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں: «فإن لم تكن تراه فإنه يراك»[2]

③ **حرام سے اجتناب:** اسرار شریعت کے حصول کے لیے تیسری چیز 'حرام سے اجتناب' ہے۔ اگر کوئی طالب علم حرام کھاتا ہے تو اس کے علم میں نور نہیں ہے۔ اس کا دل جو علم کا مہبط ہے، خراب ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

«كل لحم نَبت من السُّحت فالنار أولىٰ به»[3]

1 سورۃ یوسف:۲۳
2 صحیح بخاری:۴۸
3 السلسلۃ الصحیحۃ:۲۶۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہر وہ گوشت جو حرام سے نشوونما پاتا، اس کے لائق تو آگ ہی ہے۔"

اور پھر حرام سے اجتناب کے ساتھ ساتھ مشتبہات سے اجتناب بھی ضروری ہے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ تھا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک کھجور گری ہوئی پائی تو فرمایا:

«لولا أني أخاف أن تكون من الصدقة لأكلتها»[1]

"اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے کی ہو تو میں اسے کھالیتا۔"

④ **اکل حلال اور عمل صالح:** اسرارِ شریعت کو سمجھنے کے لیے چوتھی ضروری چیز ہے۔'اکل حلال'... ارشادِ باری ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾[2]

"اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو، اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں بڑے ہی احسن انداز میں اکل حلال اور عمل صالح دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے کہ حلال کھانا عمل صالح کے لئے معاون ہے۔ سہل سے منقول ہے، فرماتے ہیں: من أكل الحلال أطاع الله ومن أكل الحرام عصى الله[3]

"جو انسان حلال کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس کا نصیب ہوگا اور جو حرام کھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے۔"

⑤ **غض بصر:** پانچویں چیز غض بصر ہے یعنی اپنی آنکھوں میں حیا پیدا کرنا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہی ممکن ہے، ورنہ نظر بازی کا یہ گناہ تو ہمارے زمانے اور معاشرے میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے بچنا انتہائی مشکل کام ہے اور یہ گناہ انسان کے دل کو برباد کر دیتا ہے۔

علمائے کرام کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے ظاہر کو سنت کی اتباع اور اپنے باطن کو دوام مراقبہ کا پابند بنا لیا، حلال کھایا، حرام سے اجتناب کیا اور اپنی نگاہ کو حرام سے بچا لیا تو اللہ

---

۱ صحیح بخاری: ۲۲۵۲

۲ سورۃ المؤمنون: ۵۱

۳ مواہب الجلیل: ۳/ ۵۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ اس پر ایسے ایسے علوم کھول دیتے ہیں جن کا کبھی کسی کے دل میں خیال بھی نہیں آیا۔ یہ باتیں کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں اور ان کے دلائل بھی مختصراً بیان ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ ظاہری علم حاصل کرنا آسان ہے اور باطنی علم یعنی شریعت کی حکمتیں معلوم کرنا۔ پس اصل علم تو یہی ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۠ ﴾[1]

"سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔"

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ یہ تعلم فی الدین ہے بلکہ فرمایا کہ یہ تفقہ فی الدین ہے اور یہ علم ضروری ہے۔

تاثر بآیات اللہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس شخص کو علم دیا ہو تو اس کے علم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور احادیثِ نبویہ کی تاثیر قبول کرتا ہے اور صحابہ کرام میں یہ خوبی موجود تھی۔ سیدہ اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے قبر کے اس فتنے کا ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ تو حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ضجّ المسلمون ضجّة" "مسلمانوں نے انتہائی زور سے چیخ ماری۔"[2]

سلف میں تاثر بآیات اللہ کی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں اور اگر ہم صحیح علم والے ہیں تو ہم پر قرآن وحدیث نمایاں ہونا اور ہمارا ظاہر وباطن اس سے متاثر ہونا چاہیے اور یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ علم رعایت اور علم اسرارِ شریعت اور اس کی حکمتوں کے جاننے کے بعد ہی انسان پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔

---

۱ سورۃ التوبۃ:۱۲۲

۲ صحیح بخاری:۱۳۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکوٰۃ المصابیح کی آخری حدیث کی شرح

علم کے فضائل و مناقب اور اس کے حصول کے تقاضوں سے آگاہ ہونے کے بعد، اب میں شرحِ حدیث کی طرف بڑھتا ہوں۔ مشکوٰۃ المصابیح کا آخری باب 'باب ثواب هذه الأمة' ہے لیکن اس کی وضاحت سے پہلے ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ بعض چیزوں کو بعض پر فضیلت عطا فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾[1]

"اور آپ کا رب جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اس کو پسند فرمالیتا ہے۔"

اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے کہ جس کو چاہے فضیلت عطا فرمادے۔ اس نے اپنے عرش کو فضیلت عطا فرمائی ہے، آسمانوں کو زمینوں پر فوقیت دی ہے۔ اسی طرح کعبہ اور حرمین شریفین کو فضیلت عطا فرمائی ہے اور انبیا علیہم السلام کو فضیلت سے نوازا ہے خصوصاً ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ساری انسانیت سے افضل بنایا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾[2]

"یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اِن میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور جمعہ کے دن کو ہفتے کے باقی دنوں پر، لیلۃ القدر کو باقی راتوں پر فضیلت دی ہے اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کو افضل ترین مہینہ بنایا۔ اسی طرح قرآنِ کریم کو باقی کتابوں پر اور بعض آیات کو بعض پر فضیلت سے نوازا ہے۔ جیسا کہ اس کی حکمت، علم اور مشیت کا تقاضا تھا۔

اُمت محمدیہ کی

اس اُمت کی فضیلت کے دو پہلو ہیں:

---

1 سورۃ القصص:۶۸

2 سورۃ البقرۃ:۲۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱) وہبی: یعنی اس اُمت کی فضیلت کا یہ پہلو، فضیلتِ وہبی اور خیریتِ وہبی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش، عطیہ، ہبہ اور ہدیہ ہے۔ وہ اپنی حکمت و مشیت سے جسے جو چاہے عطا کرے، اس اُمت کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے اور فضیلتِ اُمتِ محمدیہ کی ساٹھ سے زیادہ صورتیں ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

① رسول اللہ ﷺ: اس اُمت کی سب سے بڑی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اسے کائنات کے سب سے بڑے امام، امام الانبیا ﷺ کی اُمت بنایا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔

② قرآنِ کریم: اس اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی دوسری بڑی نعمت کلامِ الٰہی قرآنِ مجید ہے جو سراسر کتابِ خیر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ﴾[1]

”اور پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ سب سے اچھی چیز۔“

خیراً میں تنوین تعظیم کی ہے یعنی قرآنِ کریم خیر عظیم ہے، اس میں ہر قسم کی خیر ہے۔ اس کے الفاظ، قراءت، تجوید، معانی، تفسیر، تفکر و تدبر اور احکام، الغرض ہر چیز میں خیر ہے اور یہ اپنے موضوع پر کامل کتاب ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝﴾[2]

”اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور شفا ہے۔“

③ عالم اور حافظ قرآن کی فضیلت: اس فرمانِ نبوی ﷺ میں حافظِ قرآن کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سو جس کا عقیدہ و عمل اس مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ سورۃ النحل:۳۰

۲ سورۃ النحل:۸۹

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لو جُعل القرآن في إهاب ثم ألقي في النار ما احترق»[1]

"اگر قرآنِ کریم کو چمڑے میں ڈال کر آگ میں ڈال دیا جائے، تو آگ اُس کو نہیں جلائے گی۔"

اور اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علما سے گویا ہوں گے: «إني لم أضع علمي فيكم لأعذبكم»[2]

"میں نے اپنا علم تمہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ تم چلے جاؤ، میں نے تمہیں معاف کر دیا۔"

④ پانچ نمازیں: صرف اسی اُمت کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ عشا کی نماز پہلی اُمتوں میں نہیں تھی۔

⑤ اعضاے وضو کی چمک: یہ بھی صرف اُمتِ محمدیہ کی ہی فضیلت و خصوصیت ہے کہ قیامت کے دن وضو کے اعضا یعنی چہرہ، ہاتھ اور پاؤں چمک رہے ہوں گے۔

⑥ تیمم: پانی نہ ہونے یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر لینا بھی اسی اُمت کی خصوصیت ہے۔

⑦ مسجدًا وطهورًا: یہ بھی اس اُمت کی ہی خاص فضیلت ہے کہ ساری زمین ہی اس کے لئے جائے نماز اور طہور ہے، یعنی تیمم کر سکتے ہیں۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«جعلت لي الأرض مسجدا وطهورًا»[3]

⑧ عمل کم اور اجر زیادہ: پہلی اُمتوں کی نسبت اس اُمت کے لوگوں کا وقت کم ہے۔ عصر تا

---

1 السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۵۶۲... قال الالبانی: ہذا اسناد حسن

2 اگرچہ اس حدیث کو شیخ البانی نے سلسلہ ضعیفہ: ۸۶۸ میں اور علامہ ابو اشبال شاغف نے جامع البیان میں ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کا صحیح ہونا راجح ہے، کیونکہ اس کی ایک دوسری سند ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی (متوفی ۳۰۷ھ) کی مسند الرویانی: رقم ۵۲۸ میں بھی ہے اور وہ حسن صحیح کے درجے میں ہے، چونکہ یہ سند ان علما کی نظر سے نہیں گزری، اس لیے وہ معذور ہیں۔

3 صحیح بخاری: ۴۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب اور عمل بھی کم ہے جبکہ اجر زیادہ ہے۔

⑨ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں: قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ سب سے پہلے اس اُمت کے لوگوں کو دیا جائے گا۔

⑩ چھوٹے بچے: چھوٹے بچے جو فوت ہو جاتے ہیں، قیامت کے دن اپنے والدین کی شفاعت کے لیے ان کے آگے آگے بھاگ رہے ہوں گے۔

⑪ قرآن و سنت کی حفاظت: قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾[1]

اور احادیث کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے علما کے ذریعے انتظام فرمایا ہے اور اس اُمت کے پاس اپنے سے لے کر اپنے نبی تک قرآن و حدیث کی سند موجود ہے جو کہ کسی اور اُمت کے پاس نہیں ہے۔

یہ ان چند ایک خصوصیات میں سے ہیں جو امت محمدیہ کو وہبی طور پر اللہ عزوجل نے عطا کئے ہیں۔ ذیل میں وہ خصوصیات ملاحظہ فرمائیں جن کو حاصل کرنے کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ میں ودیعت فرمائی ہے:

۲) کسبی: امت محمدیہ کی فضیلت کا دوسرا پہلو کسبی ہے یعنی اس اُمت کے اندر خیر حاصل کرنے والی استعداد اور صفات موجود ہیں، البتہ یہ فضیلت بھی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی حکمت و مشیت کے تحت عطا کی ہے۔ اس کی مثالیں بھی قرآن و حدیث میں موجود ہیں:

① خیر الامم: اُمتِ محمدیہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خیر الامم کی فضیلت سے نوازا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[2]

”تم بہترین اُمت ہوں جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

---

۱ سورۃ الحجر:۹

۲ آل عمران:۱۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیتِ کریمہ میں اُمتِ محمدیہ کے خیر اُمت ہونے کے تین اسباب بیان کئے گئے ہیں:

الف) امر بالمعروف: امت کی خیریت کا پہلا سبب یہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔

ب) نہی عن المنکر: دوسرا سبب بُرائی سے روکنا ہے۔ یاد رہے کہ دعوت الی اللہ صرف وعظ و نصیحت نہیں بلکہ نہی عن المنکر بھی اس دعوت میں شامل ہے اور یہ اس اُمت کا کام ہے۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی بخوبی ہو جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«من رأىٰ منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان»[1]

یہ حدیث بہت ہی مؤثر ہے کہ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے بُرائی کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ اگر نہیں تو کم از کم دل سے تو بُرا جانے اگر یہ بھی نہیں تو پھر ایسے آدمی کو ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ تو جو آدمی اس آیت کا مصداق بننا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اس میں مذکور شرائط پر عمل کرے اور جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا تو ایسا شخص خیر اُمت میں سے نہیں ہے۔

ج) ایمان باللہ: پہلی اُمتوں کی نسبت اس اُمت میں یہ صفت بہت زیادہ ہے اور یہ بھی اس اُمت میں موجود نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔

④ **بلا حساب جنتی:** اُمتِ محمدیہ کی یہ نمایاں فضیلت صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس اُمت کے ۷۰ ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"میں نے دعا کی: اے اللہ! یہ ۷۰ ہزار افراد کم ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ۷۰، ۷۰ ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔"[2]

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کون لوگ ہیں؟ کیا اس سے رسول اللہ ﷺ مراد ہیں یا وہ لوگ جو اسلام میں پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کی چار صفات بیان کر دیں کہ جن میں یہ پائی جائیں گی، وہ اُمت کے بہترین لوگ ہیں۔

الف) دم کرنے کا مطالبہ کرنا: بلا حساب جنت میں داخل ہونے والوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ

---

۱ صحیح مسلم: ۷۰

۲ السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۴۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ دم طلب کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ اس سے توکل ختم ہو جاتا ہے۔

ب) داغنا: دوسری صفت یہ ہے کہ وہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے جسم کو داغنے والے نہیں ہیں۔

ج) بدفالی لینا: وہ بدفالی لینے والے نہیں ہیں۔ نیک فالی لینا صحیح ہے جبکہ بدفالی لینا غلط ہے اور یہ شرک کے زمرے میں آجاتا ہے۔

د) توکّل: وعلیٰ ربهم يتوكّلون یعنی بلا حساب جنت میں جانے والے ہر معاملے میں صرف اپنے ربّ پر ہی توکل کرنے والے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرنا وغیرہ صفاتِ کسبی ہیں۔ اور ایک روایت میں لا یَرقُون کے لفظ بھی ہیں، لیکن یہ ثابت نہیں ہیں بلکہ شاذ ہیں۔

③ **حمدِ باری تعالیٰ:** اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

«إني باعث بعدك أمة إذا أصابهم ما يحبون حمدوا الله وشكروا وإذا أصابهم ما يكرهون احتسبوا وصبروا. لا حلم ولا علم. قال: يا ربّ كيف يكون؟ قال أعطيهم من حلمي وعلمي»[1]

”یقیناً میں آپ کے بعد ایک ایسی اُمت بھیجنے والا ہوں جب اُنہیں اُن کی پسندیدہ چیز حاصل ہوگی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے اور اُس کا شکر ادا کریں گے اور جب کوئی ناپسندیدہ معاملہ پیش آئے تو اللہ سے اجر کی اُمید کرتے ہوئے صبر کریں گے۔“

اس صحیح حدیث میں اس اُمت کی فضیلت کا بیان ہے کہ اس کے اندر حمد اور شکر کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں: ﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ ﴾[2]

”اس اُمت کے لوگ توبہ کرنیوالے، اپنے ربّ کی عبادت اور حمد کرنیوالے ہیں۔“

نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا اس اُمت کی صفاتِ خیر میں سے ہیں۔

④ **وارثانِ انبیا:** اس امت کے اندر ایسے علما بکثرت موجود ہیں جو انبیا کے صحیح وارث ہیں اور اس جانشینی کا حق بھی ادا کر رہے ہیں، البتہ ان کا درجہ انبیا سے کم ہے۔ آپ ﷺ کا

---

۱ شعب الایمان از بیہقی: ۴۴۸۲

۲ سورۃ التوبۃ: ۱۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانِ مبارک ہے: «العلماء ورثة الأنبياء»[1]
الغرض اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں صفات و خصائل خیر بہت زیادہ رکھی ہیں۔

طبقاتِ اُمت

اس اُمت کے تین طبقات ہیں:

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (۲) تابعین (۳) تبع تابعین

یقیناً یہ لوگ اُمت کے افضل ترین انسان ہیں اور اس کی گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں دی ہے۔ فرمایا: «خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم»[2]

"سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ ان میں ایمان، علم، عمل، نصیحت، دعوت و جہاد اور للّٰہیت جیسے اسباب و صفاتِ خیر بہت زیادہ تھیں۔"

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ امت افضل الامم ہے اور خیر القرون کے لوگ اُمت میں افضل لوگ ہیں اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے افضل ہیں۔ یہ ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔

محمد بن کامل کرزی قرآن کریم پر عبور رکھنے والے مفسر ہیں، اُنہوں نے فرمایا کہ اصحابِ رسولؐ جنتی ہیں تو ان کے شاگرد حماد نے پوچھا کہ یہ بات کہاں ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ قرآنِ مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾[3]

---

۱ سنن ابوداود: ۳۶۴۳
۲ سنن ابوداود: ۴۰۳۸
۳ سورۃ التوبہ: ۱۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیتِ کریمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب، اُن سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ان کے جنتی ہونے کے بارے میں نص صریح ہے۔

اتباعِ صحابہ: وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کی دو تفسیریں ہیں:

(الف) بعد میں مسلمان ہونے والے اور صغار یعنی چھوٹے صحابہ

(ب) اور اس کی دوسری تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ سے ساری اُمت مراد ہے بشرطیکہ اعمالِ حسنہ میں ان کی اتباع کی جائے۔

اتباع بالحسنہ: اتباع بالحسنہ کی بھی دو تفسیریں ہیں:

الف) اصحابِ رسول ﷺ کی ثنا اور مدح کرنا

ب) صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج کو اپناتے ہوئے اعمالِ حسنہ میں ان کی اتباع کرنا

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے اتباع سے راضی ہے۔

مراتبِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فضائل و مناسب کے لحاظ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف مراتب ہیں۔

① عشرہ مبشرہ: عشرہ مبشرہ صحابہ سے مراد وہ دس صحابہؓ ہیں جن کو آپ ﷺ نے ایک ہی مجلس اور ایک ہی جملے میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ فرمایا:

أبوبكر في الجنة وعُمر في الجنة وعثمان في الجنة وعلي في الجنة...[1] الخ

② بدری صحابہ رضی اللہ عنہم: بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔ فرمان نبویؐ ہے:

«إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَكُونَ قَدْ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»[2]

"یہ صحابی بدر میں شریک تھے، اور آپ کو کیا پتہ؟ شاید کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ تم جو جی چاہے کرلو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔"

③ بیعتِ رضوان: حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت پر آپ ﷺ کے ہاتھ پر جہاد کے لیے بیعت کرنے والے تقریباً چودہ صد صحابہ ہیں اور وہ سب کے سب جنتی ہیں۔

---

1 سنن ابن ماجہ: ۱۳۰

2 صحیح بخاری: ۲۷۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغض صحابہ رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے صحابہؓ سے راضی ہونے کا اعلان فرماتے ہیں تو جو بدبخت صحابہؓ سے بغض رکھے۔ اُن کو گالی دے، کافر و مرتد کہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کھڑا ہوا ہے اور ایسا شخص یقیناً ہلاک و برباد ہو گیا۔

امام ابن کثیر نے کتنی اچھی بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

فيا ويل من أبغضهم أو سبهم أو أبغض أو سبّ بعضهم[1]

"پس ہلاکت ہے اس کے لیے جس نے صحابہؓ سے بغض رکھا یا اُن کو گالی دی یا کسی بھی صحابیؓ سے بغض رکھا یا اُس کو برا بھلا کہا۔"

مشاجراتِ صحابہؓ کے دوران جو اختلاف ہوئے، ہمیں اس بارے میں اچھی گفتگو ہی کرنی چاہیے۔ وہ صحابہ ان میں معذور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر رکھا ہے۔

اقسام مراتبِ اُمت

صحابہؓ اُمت کے افضل ترین لوگ ہیں البتہ بعد میں آنے والے اُمت کے افراد تین اقسام پر منقسم ہوں گے: (۱) اہل اسلام (۲) فرقہ ناجیہ (۳) طائفہ منصورہ

ان تینوں گروہوں میں عموم و خصوص کی نسبت ہے:

① اہل اسلام: اس میں کلمہ پڑھنے والے سب لوگ داخل ہیں، بلکہ ان میں اہل بدعت بھی شامل ہیں۔ اسے 'اُمتِ اجابت' بھی کہا جاتا ہے۔

اہل سنت غیر محضہ: جن لوگوں کا عقیدہ توحید ہے اور اُن میں شرک نہیں ہے لیکن بدعت، تقلید اور بعض خرافات موجود ہیں تو یہ لوگ اہل سنت غیر محضہ ہیں جیسے اشاعرہ، ماتریدیہ وغیرہ۔ البتہ بڑی بدعات والے اہل بدعت اِن میں شامل نہیں ہیں لیکن اہل اسلام میں اُن کا شمار ہو گا۔

② فرقہ ناجیہ: جس راستے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ چلے تھے، جو اس راستے اور منہج

---

۱ تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر چلیں، اُن کا عقیدہ صحیح ہو اور قرآن و سنت کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں۔

③ طائفہ منصورہ: طائفہ منصورہ فرقہ ناجیہ کے اندر ہی ایک خصوصی جماعت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خصوصی نصرت و انعام کا اور ان کے ہاتھ پر غلبہ دین کا وعدہ کیا ہے۔

صفاتِ طائفہ منصورہ: طائفہ منصورہ کی تین صفات ہیں:

الف) عقیدہ صحیح ہو اور عمل میں بھی قرآن و سنت کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں۔

ب) اس کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کی دعوت دینے والے لوگ ہیں۔ اگر عقیدہ صحیح کتاب و سنت کا متبع ہے، لیکن دعوت نہیں ہے تو یہ فرقہ ناجیہ میں شامل ہے، عاقبت صحیح ہے البتہ طائفہ منصورہ میں شامل نہیں۔

ج) اور اس کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ بھی ہو جس کا حدیث میں ذکر ہے:

«لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون علىٰ الحق»[1]

"میری اُمت میں ہمیشہ ایک گروہ رہے گا جو حق کے لئے جہاد کرتا رہے گا۔"

اور یہی غلبہ اسلام کا راستہ ہے، طائفہ منصورہ کا راستہ ہے۔ کتاب و سنت کامل ہے، اس میں خیر ہے اور یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اگر اس کے علاوہ دوسرے راستے اختیار کئے جائیں جو لوگوں نے اپنے ذہنوں سے نکالے ہیں تو یہ خیر والے راستے نہیں ہیں۔ جس طرح یہ ہمارے جمہوریت والے کرتے ہیں تو یہ وقت کا ضیاع ہے، یہ راستہ خلافتِ اسلامیہ کا راستہ نہیں ہے۔

تو مشکوٰۃ المصابیح کی اس آخری حدیث میں اس اُمت کی فضیلت و منقبت بیان کی گئی ہے اور آپ ﷺ نے ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلی اُمتیں جو گزر چکی ہیں تم ان سب کے آخر میں ان ۷۰ اُمتوں کو پورا کرنے والا، ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والے ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو خیر اُمت بالخصوص فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ میں شامل کرے۔ اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار!

---

۱ صحیح مسلم: ۲۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمّ عبد الرب

رمضان المبارک کی عبادات

① یہ روزہ کا مہینہ ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾[1]

"تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے تو وہ روزے رکھے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ نبوی میں ہے:

«مَن صَام رمضان إيمانًا واحتسابًا غُفر له ما تقدم من ذنبه»[2]

"جس نے رمضان کے روزے ایمان او راحتساب کے نیت سے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كل عمل ابن آدم إلا الصيام فإنه لي وأنا أجزي به»[3]

"ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزہ کے۔ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"

② رمضان کی راتوں کا قیام اور عبادت بھی سنت سے ثابت ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غُفر له ما تقدم من ذنبه»[4]

"جس نے رمضان کا قیام ایمان اور ثواب کی نیت سے کیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

---

1 سورۃ البقرۃ:۱۸۵
2 صحیح بخاری:۳۸
3 ایضاً:۱۹۰۴
4 ایضاً:۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ ﴾[1]

”رات کا اُٹھنا نفس کو یقیناً زیر کرنیوالا ہے اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے۔“

③ رمضان مبارک تلاوتِ قرآن کے لیے موزوں ترین وقت ہے:

عن أبي ذر رضي الله عنه قال صُمنا رسول الله ﷺ فلم يُصلّ بنا حتى بقي سبع من الشهر فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل ثم لم يقم بنا في السادسة وقام بنا في الخامسة حتى ذهب شطر الليل وقلنا له يارسول الله! لو نفلتنا بقية ليلتنا هٰذا؟ فقال: «إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف، كُتب له قيام ليلة» ثم لم يصل بنا حتى بقي ثلاث من الشهر وصلىٰ بنا في الثالثة ودعا أهله ونساءه فقام بنا حتى تخوّفنا الفلاح. قلت له: وما الفلاح؟ قال: السّحور[2]

”سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے۔ آپ نے تئیسویں رات تک ہمیں رات کو نماز نہیں پڑھائی۔ جب رمضان کی سات راتیں رہ گئیں یعنی تئیسویں رات کو ہمیں قیام کروایا حتیٰ کہ تہائی رات گزر گئی پھر اس سے اگلی رات نماز نہ پڑھائی، لیکن پچیسویں رات کو آدھی رات تک نماز پڑھائی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آرزو تھی کہ آپ باقی رات بھی ہمیں نماز پڑھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز میں شریک رہا، اُس کے لیے پوری رات کا قیام لکھ دیا گیا۔ پھر آپؐ نے ستائیسویں رات تک قیام نہ کروایا، پھر ستائیسویں رات کو کھڑے ہوئے اور ہمارے ساتھ اپنے گھر والوں اور ازواجِ مطہرات کو بلایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کروایا حتیٰ کہ ہمیں خوف ہوا کہ فلاح نکل جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: 'الفلاح' کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا: سحری۔“

④ یہ ذاتی اصلاح کا مہینہ ہے: فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«من لم يَدع قول الزور والعمل به والجهل فليس لله حاجة أن يدع

1 سورۃ المزمل:۶

2 سنن ترمذی:۸۰۶

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طعامه وشرابه»[1]

”جس نے جھوٹی بات، غلط حرکتیں اور جہالت کی باتیں نہ چھوڑیں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ليس الصيام من الأكل والشرب إنما الصيام من اللّغو والرَّفث فإن سابك أحد أو جهل عليك فلتقل: إني صَائم، إني صَائم»[2]

”روزہ محض کھانا پینا چھوڑنا نہیں ہے بلکہ روزہ تو ہر بے فائدہ اور بے ہودہ کام اور جنسی حرکات و کلام سے بچنے کا نام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی تمہیں گالی دے یا جہالت کی باتیں کرے تو کہو: میں روزے دار ہوں میں روزے دار ہوں۔“

⑤ یہ اپنے اندر صبر پیدا کرنے کا مہینہ ہے:

﴿إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾[3]

”بے شک میں آج کے دن ان کو ان کے صبر کی جزا دوں گا اور وہ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الصيام جُنَّة وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل إني امرؤ صائم»[4]

”روزہ ڈھال ہے اور جس دن تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو نہ وہ جنسی حرکات کرے اور نہ وہ شور مچائے۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ کہے: میں روزہ دار ہوں۔“

سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ». زَادَ مُحْرِزٌ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ

---

۱ صحیح بخاری: ۶۰۵۷

۲ صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۹۶

۳ سورۃ المؤمنون: ۱۱۱

۴ صحیح بخاری: ۱۹۰۴، سنن نسائی: رقم ۲۲۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الصِّيَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ»[1]

”ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ صوم ہے، اور فرمایا: روزہ نصف صبر ہے۔“

⑥ رمضان ماہِ عبادت ہے!

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ احکم الحاکمین نے اس کائنات کو بنانے کے بعد اس کی نشوونما اور حیات کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ ذرا زمین پیاسی ہوئی، پتے زرد ہوئے، نباتات و جمادات بارانِ رحمت کے طلبگار ہوئے، انسان و حیوان پانی کو ترسے تو اللہ کی رحمت کو جوش آگیا۔ ہوائیں چلیں، بدلیاں سمٹ سمٹا کر آئیں، اکٹھی ہوئیں، بجلیاں چمکیں اور اللہ کے حکم سے زمین سیر اب ہونے لگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝﴾[2]

”وہی تو ہے جو بارش برساتا ہے، لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد اور اپنی رحمتیں پھیلاتا ہے اور وہ ولی ہے، حمید ہے۔“

وہ اللہ رب العزت جو مادی حیات کا انتظام کرنے والے ہیں، وہ انسان کی روحانی حیات کا بھی بندوبست فرماتے ہیں۔ انسانیت جب اپنی ہی کوتاہیوں غلطیوں اور ناعاقبت اندیشیوں کی بنا پر سسکنے لگتی ہے تو اللہ رحمٰن ورحیم کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ گیارہ ماہ انسان دنیاداریاں کر کے اللہ سے دور بہت دور نکل جاتا ہے۔ گناہوں کی دلدل میں پھنس کر گویا روحانی طور پر قریب المرگ ہو جاتا ہے۔ فسق وفجور کی تپتی لو ایمان کے چمنستان کو خزاں رسیدہ کر دیتی ہے۔ تو باری تعالیٰ رمضان المبارک کی صورت میں حیاتِ روحانی کا بندوبست کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«إذا دخل رمضانُ فتحت أبواب الجنّة وغلّقت أبواب جهنم وسُلسلت الشياطين» وفي رواية «أبواب الرحمة»[3]

”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم

---

1 سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۷

2 سورۃ الشوریٰ: ۲۸

3 صحیح بخاری: ۳۰۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق رحمتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔"

انسان مادہ و روح دو چیزوں سے مرکب ہے۔ یہ بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عجب نظام ہے۔ اگر اس کا جسم مٹی سے بنا ہے تو اس کی خوراک تمام تر اسی مٹی سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی روح آسمانوں سے آئی ہے تو اس روح کی خوراک و حیات کا بندوبست بھی آسمانوں سے ہوتا ہے۔ وحی الٰہی اُترتی ہے جو انسان کی ہدایت کا باعث ہے۔ لاکھوں انبیا کی بعثت کے بعد اب جب کہ قیامت تک کوئی نبی نہیں آنا، اسی وحی اور نزولِ قرآن کی یاد کو اللہ تعالیٰ رمضان کی صورت زندہ کرتے رہتے ہیں: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾[1]

تو ماہِ رمضان ارواح کے لیے حیات کا پیغام لے کر آتا ہے۔ نیکی کی فضا بیک وقت تمام دنیا پر چھا جاتی ہے۔ یہ ماہ جونہی آتا ہے، مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ساری دنیا کے مسلمان ایک نشاط انگیز کیفیت محسوس کرتے ہیں۔ خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ اُنہیں یاد آتا ہے کہ ہدایتِ الٰہی کے سرچشمے اسی ماہِ حرا سے پھوٹے تھے۔ سو تلاوت، ذکر و فکر، عبادتِ الٰہی، شب بیداری، تراویح اور قیام کی رونقیں ہر سو نظر آنے لگتی ہیں۔

یقیناً اللہ ذو الجلال والاکرام نے ہر ماہ مسلمانوں کے لیے ایک انتہائی قیمتی سرمایہ بنایا ہے کہ جس میں وہ رات ہے جس کے بارے حق تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝﴾[2]

اس ماہ سے کماحقہ فائدہ اُٹھانے کے لیے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ماہ کیسے گزارا اور کیا کیا اعمال بجالائے؟ یقیناً ہمارے لئے تمام کی تمام خیر آپ کی اتباع میں ہے۔ ہر گندگی کو دور کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز اللہ نے بنائی ہے اور جسم کو پاک کرنے والی چیز روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔

⑦ کثرت سے دعا کرنا: آپ ﷺ نے فرمایا:

«إن للصائم عند فطره لدعوة ما ترد»[3]

---

1 سورۃ البقرۃ:۱۸۵

2 سوۃ القدر:۱،۲

3 سنن ابن ماجہ:۱۷۵۳، مستدرک حاکم:۱۴۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”یقیناً روزہ دار کے لیے افطاری کے وقت کی دعا ردّ نہیں کی جاتی۔“

مزید فرمایا:

«ثلاث دعوات لا تردّ: دعوة الوالد ودعوة الصائم ودعوة المسافر»[1]

”تین دعائیں ردّ نہیں کی جاتیں:۱۔والد کی دعا، ۲۔روزہ دار کی، ۳۔مسافر کی دعا۔“

«إن لله تبارك وتعالیٰ عتقاء في كل يوم و ليلة يعني في رمضان وإن لكل مسلم في كل يوم وليلة دعوة مستجابة»[2]

”اللہ تبارک و تعالیٰ ہر دن اور ہر رات آزاد کرتے ہیں (جہنم سے)۔یعنی رمضان میں اور ہر مسلمان کے لیے ہر دن اور ہر رات میں دعا قبول کی جاتی ہے۔“

⑧ صدقہ و خیرات کثرت سے کرنا:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير وكان أجود مايكون في رمضان حين يلقاه جبريل يلقاه كل ليلة في رمضان حتى ينسلخ يعرض عليه النبي ﷺ القرآن فإذا لقيه جبريل كان أجود بالخير من الريح المرسلة[3]

”آپ ﷺ بھلائیاں کرنے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں اور بھی سخی ہو جاتے؛ جس وقت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے۔ جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ ﷺ سے ملتے۔ یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ آپ ﷺ جبریل علیہ السلام پر قرآن پیش کرتے تو جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے تو مال خرچ کرنے میں اس قدر سخی ہو جاتے جیسے تیز چھوڑی ہوئی ہوا ہو۔“

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«من فطر صائما كان له مثل أجره غير أنه لا ينقص من أجر الصائم شيئا»[4]

---

۱ السنن الکبریٰ از بیہقی: ۶۳۸۴
۲ صحیح الترغیب والترہیب: ۱۰۰۲
۳ صحیح بخاری: ۱۹۰۲
۴ سنن ترمذی: ۸۰۷

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جس کسی نے روزہ افطار کروایا تو اس کا اجر روزہ دار کے اجر کی مثل ہے، روزہ دار کے اجر میں کچھ بھی کمی کئے بغیر۔“

⑨ **عمرہ کرنا:** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان روایت کرتے ہیں:

«عمرة في رمضان كحجة معي»[1]

”رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سنان انصاریہ سے پوچھا:

«ما منعك من الحج؟» قالت: أبو فلان تعني زوجها كان له ناضحان، حجّ علىٰ أحدهما والآخر يسقي أرض لنا. قال: «فإن عمرة في رمضان تقضي حجة أو حجة معي»[2]

”تو حج کرنے نہیں گئی؟ اُنہوں نے کہا: فلاں کے باپ یعنی اُس کے شوہر کے پاس دو اونٹ تھے۔ ایک پر وہ خود حج پر چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔“

⑩ **سحری و افطاری:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إن الله وملائكته يصلون على المتسحرين»[3]

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔“

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«تسحروا فإن في السحور بركة»[4]

”تم سحری کیا کرو، یقیناً سحری میں برکت ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1. المعجم الکبیر از طبرانی: ۱/۲۲۷
2. صحیح بخاری: ۱۸۶۳
3. السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۴۰۹
4. صحیح بخاری: ۱۹۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كان رسول الله ﷺ يفطر علىٰ رطبات قبل أن يصلي فإن لم يكن رطبات فعلىٰ تمرات فإن لم يكن حسا حسوات من ماء[1]

"رسول اللہ ﷺ کھجوروں کے ساتھ نماز پڑھنے سے پہلے روزہ افطار کرتے۔ اگر کھجوریں تازہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے گھونٹ کے ساتھ۔"

⑪ اعتکاف:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان النبي ﷺ يعتكف في كل رمضان عشرة أيام. فلمّا كان العام الذي قبض فيه، اعتكف عشرين يومًا[2]

"نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تو جب وہ سال آیا جس میں آپ فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف کیا۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

أن النبي كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده[3]

"رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے یہاں تک کہ اللہ نے آپ ﷺ کو فوت کر لیا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف بیٹھا کرتیں۔"

⑫ آخری دس راتوں میں ان تمام عبادات میں مزید محنت و کوشش کرنا:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

إذا دخل العشر شد مئزره وأحيا ليله وأيقظ أهله[4]

"جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو کمر ہمت کس لیتے۔ اس کی راتوں کو خود

---

۱ سنن ابوداود: ۲۳۵۶

۲ صحیح بخاری: ۲۰۴۴

۳ ایضاً: ۲۰۲۶

۴ صحیح بخاری: ۲۰۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی جاگتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی جگاتے۔"

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ يجتهد في العشر الأواخر مالا يجتهد في غيره[1]

"رسول ﷺ باقی دنوں کی نسبت آخری عشرے میں خوب محنت وکوشش کرتے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أيقظوا صواحب الحجر»[2]

"حجرے والیوں کو جگاؤ۔"

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

كا ن لا يدخل البيت إلا لحاجة إذا كان معتكف[3]

"سوائے انتہائی ضرورت کے آپ ﷺ گھر میں داخل نہ ہوتے، جب آپ ﷺ آخری عشرے میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔"

⑭ لیلۃ القدر کی تلاش میں محنت:

﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۞ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۞ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۞ ﴾[4]

"لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور جبریل علیہ السلام اس میں اُترتے ہیں، اپنے ربّ کے حکم سے ہر معاملہ لیکر اور یہ رات طلوعِ فجر تک سراسر سلامتی ہے۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إن هٰذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخير كل ولا يُحرَم خيره إلا محروم»[5]

"یہ مہینہ جو تم پر آیا ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار رات سے بہتر ہے۔

---

١ صحیح مسلم:٢٧٨٨

٢ صحیح بخاری:٢٠٢٩

٣ ایضاً:١١٥

٤ سورۃ القدر:٣-٥

٥ سنن ابن ماجہ:١٦٤٤

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص اس سے محروم رہا۔ وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس رات کی بھلائیوں سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

«من قام ليلة القدر إيمانًا واحتسابا غُفِرله ما تقدم من ذنبه»[1]

"جو لیلۃ القدر کو ایمان و احتساب سے قیام کرتا رہا، اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«التمسوها في العشر الأواخر من رمضان»[2]

"اسے رمضان کے پچھلے دس دنوں میں تلاش کرو۔"

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تحروا الليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان»[3]

"لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی محنت کرو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لیلۃ القدر میں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھلائی:

«اللهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني»[4]

"اے اللہ! آپ معاف کرنے والے ہیں۔ معافیوں کو پسند کرتے ہیں۔ مجھے بھی معاف فرمائیں۔"

لیلۃ القدر کو جو فضیلت حاصل ہے، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اس رات میں قرآنِ مجید نازل ہوا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿حٰمٓ ۞ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞﴾[5]

---

1 صحیح بخاری: ۲۰۱۴

2 ایضاً: ۱۸۸۱

3 ایضاً: ۱۸۷۸

4 سنن ترمذی: ۳۵۱۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۰

5 سورۃ الدخان: ۱تا۳

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”حم.. قسم ہے کتابِ مبین کی۔ یقیناً ہم نے اس کو نازل کیا لیلہ مبارکہ میں۔ یقیناً ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔“

⑭ قرآن کریم کی کثرتِ تلاوت

رمضان میں کرنے والی تمام نیکیوں میں ایک اہم ترین مقام قرآنِ مجید کا ہے، کیونکہ رمضان اور لیلۃ القدر کی تمام فضیلتیں اسی کے نزول کے گرد گھومتی ہیں۔ یہی قرآن اس تمام خیر کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں آپ ﷺ کا قرآنِ مجید سے تعلق پہلے کی نسبت بہت بڑھ جاتا۔

آپ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی میں آتا ہے:

وكان جبريل يلقاه كل ليلة في رمضان حتى ينسلِخ، يَعرِضُ عليه النبيُّ القرآنَ[1]

”اور جبریل علیہ السلام رمضان میں ہر رات آپ ﷺ سے ملاقات کرتے یہاں تک کہ رمضان ختم ہو جاتا۔ نبی ﷺ آپ پر قرآن پڑھتے۔“

جبریل علیہ السلام آپ کو قرآنِ مجید سناتے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

كان يعرض علىٰ النبي القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض فيه وكان يعتكف في كل عام عشرًا فاعتكف عشرين في العام الذي قبض فيه[2]

”ہر سال آپ ﷺ کو قرآن مجید سنایا جاتا اور جس سال آپ فوت ہوئے اس سال آپ ﷺ کو دو مرتبہ سنایا گیا اور آپ ﷺ ہر سال دس دن اعتکاف کرتے اور جس سال آپ ﷺ فوت ہوئے، آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«الصيام والقرآن يشفعان للعبد يوم القيامة. يقول الصيام: أي رب منعته الطعام والشهوات بالنهار فشَفِّعْني فيه ويقول القرآن

---

١ صحیح بخاری:۱۹۰۲

۲ ایضاً:۹۹۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منعته النوم بالليل فشفعني فيه قال فيشفعان»[1]

”روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لیے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے ربّ! میں نے اسے کھانے پینے اور دن بھر کی شہوات سے روکے رکھا۔ تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کی نیند سے روکے رکھا تو میری سفارش اِس کے حق میں قبول فرما۔ آپ ﷺ نے اطلاع دی کہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔“

یعنی رمضان میں دن کا سفارشی روزہ اور رات کا سفارشی قرآن ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ما أذن الله لشيء ما أذن لنبي بأن يتغنى بالقرآن»[2]

”اللہ ربّ العزّت نے کوئی چیز اتنے اہتمام سے نہیں سنی، جتنے اہتمام سے نبی کو بہترین آواز سے قرآن پڑھتے سنا ہے۔“

یتغنی کا معنیٰ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن کے مطابق اونچی خوبصورت آواز میں پڑھنا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا حسد إلا في اثنتين رجل علمه الله القرآن فهو يتلوه آناء اليل وآناء النهار فسمعه جار له فقال ليتني أوتيت مثل ما أوتي فلان فعملت مثل ما يعمل»[3]

”دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک جائز نہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے قرآن سکھایا تو وہ اُسے دن رات تلاوت کرتا ہے۔ اس کا پڑوسی اسے سنتا ہے تو کہتا ہے، کاش! مجھے بھی اس جیسا قرآن کا علم ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يقول الرّب تبارك و تعالىٰ من شغله القرآن عن ذكري ومسألتي أعطيته أفضل ما أعطى السائلين. وفضل كلام الله علىٰ سائر

---

۱ مسند احمد: ج ۱۱/ ص ۶۶۲۶

۲ صحیح بخاری ۵۰۲۳

۳ صحیح بخاری: ۵۰۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکلام کفضل اللہ علی خلقه»[1]

”اللہ رب العزت فرماتے ہیں: جسے قرآن نے میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے مصروف رکھا تو میں اُسے مانگنے والوں سے زیادہ عطا کر دوں گا اور اللہ کے کلام کی فضیلت دوسرے تمام کلاموں پر ایسے ہے جیسے اللہ کو اپنی مخلوقات پر فضیلت۔“

حضرت جبریل علیہ السلام جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا معارضہ فرماتے (جسے آج کل حفاظ 'دور' کہتے ہیں) وہ بھی رات کو ہوتا تھا۔ قیام اللیل بھی رات کا تھا، جس میں قرآن پڑھا جاتا تھا۔ اور یہ سب یعنی قرآن مجید کا پڑھنا اور اس سے نصیحت حاصل کرنا، اس سے ذاتی طور پر تقربِ الٰہی مقصود تھا۔ ذاتی تربیت و تزکیہ مراد تھا۔ اصلاً یہ پڑھنا تعلیم و تبلیغ کے لیے نہ تھا۔ اگر اصلاً یہ تبلیغ و تعلیم کے لیے ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کا قرآنِ مجید جبرائیل امین علیہ السلام کو سنانے کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دور پر مبنی ہوتا کیونکہ ان کو تعلیم و تبلیغ کی اصل ضرورت تھی۔ یوں بھی رات کی عبادت تنہائی کی عبادت ہے۔ خلوت کی عبادت یا محض بارگاہِ الٰہی میں حضوری کی عبادت اور یہ عبادت وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ ﴾[2]

اور تربیت و تزکیہ تو محض اللہ کی بارگاہ میں حضوری سے ہی ممکن ہے۔ تبھی تو اللہ رب العزت اپنے اُس نبی اکرم ﷺ کو جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ کی رضا کے لیے، تبلیغ رسالت کا حق ادا کرنے میں گزرتا۔ اُمت کی خیر خواہی، ادائے امانت کا احساس آپؐ کو ہلکان کئے دیتا۔ حتیٰ کہ اللہ رب العزت خود فرماتے:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا ۝ ﴾[3]

”شاید اس قرآن پر لوگوں کے نہ ایمان لانے پر افسوس کے مارے آپ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔“

سورۃ طٰہٰ میں ارشادِ باری ہے: ﴿ طه ۝ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝ ﴾

”طٰہٰ... ہم نے یہ قرآن آپ کو مصیبتوں میں ڈالنے کے لیے نازل نہیں کیا۔“

---

۱ سنن ترمذی: ۲۹۲۶ (حسن غریب)

۲ سورۃ الدخان: آیت ۳

۳ سورۃ الکہف: آیت ۶

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی آپ اپنی اُمت کو قرآن سنا سنا کر ہلکان ہوتے، اس کی طرف دعوت کی اذیتیں برداشت کرتے، مخالفوں کے طعن و تشنیع سنتے۔ آپ کو برا بھلا کہا جاتا حتیٰ کہ آپ پر نادان وظالم دست درازی بھی کرتے، ان کے استخفاف واستحقار کا آپ سامنا کرتے۔ پھر انہی کے غم میں گھلتے اور دعائیں کرتے اور کبھی کبھار یہ جذبات حد سے بڑھ جاتے تو عجیب عجیب خیال آتے کہ شاید میں صحیح تبلیغ نہیں کر پارہا۔ شاید اللہ فلاں معجزہ دکھلا دیں تو لوگ ایمان لے آئیں۔ شاید لوگوں کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا تو... شاید... شاید!! یہ وہ مشقت تھی جس پر اللہ فرماتے: إن عليك إلا البلاغ!

رمضان المبارک تعلیم و تعلّم سے بڑھ کر ذاتی اصلاح و تربیت کا مہینہ ہے!

اس ساری تگ و تاز کا مقصد کیا تھا، ماسوا اللہ کی رضا کے؟ آیا یہ عبادت تھی کہ نہیں۔ لیکن اللہ ربّ العزت کیا فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِيَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِيۡلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا ؕ﴿۸﴾ ﴾[1]

”دن میں تو آپ کو بڑے کام ہوتے ہیں۔ اپنے ربّ کے نام کا ذکر کیجئے اور ہر طرف سے منقطع ہو کر صرف اُسی کی طرف متوجہ ہو جائیے“

اور یہ رات کو جاگنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا کہ آپ کو رات کا جاگنا اس لیے ضروری ہے۔ نیز سورۃ الشرح میں اللہ نے فرمایا: ﴿ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ﴿۸﴾ ﴾

”تو اے محمد ﷺ! جب آپ (دن کے کاموں سے) فارغ ہو جائیں تو محنت کریں اور اپنے ربّ کی طرف (عبادت کے ذریعے) رغبت کریں۔“

سو رمضان اسی تبتّل اور رغبت کا مہینہ ہے۔ اسی تبتل اور رغبت کے حصول کے لیے آخری عشرے میں اعتکاف مشروع فرمایا۔ جس کا معنیٰ ہی یہ ہے: بند رہنا، رُکے رہنا، اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا۔ شرعی اصطلاح میں کسی مسلمان کا عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنا۔ اس اعتکاف میں ایک مسلمان کا عبادت میں اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اگر کوئی مُسلم فوت ہو جائے تو وہ اس کے جنازے میں شرکت بھی نہیں کرتا۔ اگر کوئی

---

1 سورۃ المزمل: آیت ۶ تا ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریض ہو تو اس کی عیادت کو نہیں جاسکتا۔ اللہ کے ساتھ تعلق اس قدر غالب ہے کہ وہ دوسرے تمام تعلقات پر غالب آجاتا ہے۔

آپ ﷺ کی ہستی معلّم و اُستاد کی تھی۔ آپؐ کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ رمضان تو وہ مہینہ ہے جس میں دین کے معلّم واستاد کو بلکہ تمام ہی علماومشائخ کو اپنی ذات کے لیے وعظ و نصیحت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا تمام احادیث سے اساتذہ کے لیے یہی پیغام نکلتا ہے کہ وہ رمضان میں قرآن سے نصیحت اور عبادت سے تعلق الٰہی مضبوط بنائیں تاکہ پورا سال تازہ دم ہو کر دین کی خدمت کریں۔ رمضان اپنی ذات کے لئے نصیحت بالقرآن حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ گویا یہ مہینہ اللہ سے لو لگانے اور شمع ایمان کو پختہ کرنے، اور عوامی الفاظ میں اپنی بیٹری چارج کرنے کے لیے ہے۔

جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر دورہ کرتے تو سنت یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ علما کو چاہیے کہ وہ بھی باہم مل کر اپنے لیے قرآن کی مجالس کا اہتمام کریں اور ایک دوسرے کو قرآن سنا کر نصیحت کریں۔

ان عبادات و اعمال سے یہ سمجھ آتا ہے کہ رمضان اصلاً عبادت اور ذاتی تربیت کا مہینہ ہے، تعلیم و تبلیغ پر ہی اکتفا کرلینا رمضان المبارک کے عظیم ووسیع مقاصد کو پورا نہیں کرتا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں کچھ سالوں سے یہ معمول ہی بن گیا کہ رمضان کو دورۃ القرآن یا دورۃ النحو، دورۃ اللغۃ العربیہ یا مزید ایسے ہی تعلیمی دوروں کے لیے مختص کرلیا گیا ہے، گویا رمضان تعلیم و تعلّم کا مہینہ ہی بن کر رہ گیا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید بہ نسبت دن کے، رات کو پڑھنا زیادہ افضل ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہر رات جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سناتے۔ ادھر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر رمضان ذاتی عبادت و تزکیے کی بجائے محض تعلیم و تبلیغ کا مہینہ ہوتا تو آپ ﷺ قرآن مجید کا یہ دورہ جبرئیل علیہ السلام کے سامنے نہیں بلکہ صحابہ ﷺ کے سامنے کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک سے کماحقہ استفادہ کرنے، زیادہ سے زیادہ عبادات بجالانے اور اپنی اصلاح وتربیت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ واللہ الموفق والمستعان!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبد الرحمن ضیاء[1]

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں تحریف کا علمی جائزہ

[قبروں پر قبے بنانے کی شرعی حیثیت]

جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا، خواہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہو یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں، اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی نہیں رہنے دیا، بلکہ اس کا حال لوگوں کے سامنے ضرور واضح کر دیا۔ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی بدترین صورت آپ ﷺ کی حدیثِ مبارکہ میں تحریف و تبدیلی کا ارتکاب کرنا ہے۔ امام محدث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ "مَا سَتَرَ اللّٰهُ أَحَدًا يَكْذِبُ فِي الحَدِيْثِ"[2]

"جو بھی حدیث میں کذب بیانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی نہیں کی۔"

محدث عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ هَمَّ رَجُلٌ فِي السَّحَرِ أَنْ يَكْذِبَ فِي الحَدِيْثِ، لَأَصْبَحَ وَالنَّاسُ يَقُوْلُوْنَ: فُلَانٌ كَذَّابٌ[3]

"اگر کوئی شخص سحری کے وقت حدیث شریف میں جھوٹ بولنے کا قصد کرلے تو صبح کے وقت ہی لوگ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ فلاں (حدیث میں جھوٹ بولنے والا) شخص کذاب ہے۔"

حال ہی میں ۶۶۰ صفحات پر مشتمل 'گستاخ کون؟' نامی ایک کتاب چھپی ہے جو مفتی محمد حنیف قریشی بریلوی اور سید طالب الرحمن شاہ کے مابین مناظرہ پر مشتمل ہے اور سید امتیاز حسین شاہ کاظم ضیائی بریلوی نے اسے ترتیب دیا ہے اور کاظمی ضیائی صاحب نے اس کتاب کے مختلف مقامات پر ضروری حاشیہ جات بھی لگائے ہیں اور یہ اکثر حاشیہ جات بھی اُن کے

---

۱ شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، لاہور

۲ شرح عقیدہ طحاویہ از ابن ابی العز حنفی: ۱/۲۲۹

۳ شرح عقیدہ طحاویہ از علامہ ابن ابی العز حنفی ص ۵۰۲ بہ تحقیق و تعلیق ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن ترکی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظر مفتی محمد حنیف قریشی بریلوی کے اِفادات ہی سے ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت انھوں اسی کتاب کے ص ۴۰ پر خود کی ہے۔

اَب یہ بات تو اہل علم و تحقیق کو بخوبی معلوم ہی ہے کہ فی زمانہ قبر پرست لوگ بزرگوں کی قبروں پر لاکھوں کروڑوں کے جو قبے اور مزارات تعمیر کرتے ہیں، کتاب و سنت میں اُن کی کوئی دلیل نہیں۔ قبروں پر جو مزار یا دربار تعمیر کئے جاتے ہیں، ان کا اصل مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ دور دراز سے اِن قبروں میں مدفون بزرگوں سے مرادیں مانگنے، مشکلات حل کرانے، چڑھاوے چڑھانے اور نذرانے پیش کرنے کے لئے حاضری دیں۔ اسی لئے ان پر سالانہ عرس بھی منائے جاتے ہیں تاکہ ان کی سرپرستی کرنے والے گدی نشین مال و دولت سے مالا مال ہوں۔ اسی لئے ان درباروں، مزاروں کے تحفظ کی خاطر کئی ایک جھوٹ بولے جاتے ہیں اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاتی اور اُنہیں اصل حقائق سے درپردہ رکھا جاتا ہے۔ اُنھیں یہ بتایا ہی نہیں جاتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان سے ثابت نہیں، نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں اور نہ ہی تابعین رحمہم اللہ سے، حتیٰ کہ ائمہ اربعہ امام مالک، ابو حنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ سے بھی ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن صد افسوس کہ ان درباروں، مزاروں کو ثابت کرنے اور اُنہیں اسلام کا حصہ قرار دینے کی خاطر اس عظیم ہستی ﷺ پر جھوٹ باندھتے بھی شرم نہیں کی جاتی، جس نے یہ فرمایا ہے:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ»[1]

”جو کوئی مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“

چنانچہ اسی کتاب 'گستاخ کون؟' کے ص ۱۵۸، ۱۵۹ پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں تحریف و تبدیلی کرتے ہوئے مزار و دربار بنانے کی دلیل مہیا کرتے ہوئے کاظمی ضیائی صاحب لکھتے ہیں:

”مسلم شریف جلد اوّل، ص ۱۱۷ پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَسنَدَ ظهره إلَى قبة آدم فقال: «ألا لا يدخل الجنّة إلا نفس مسلمة»

---

۱ صحیح بخاری: ۱۲۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ ﷺ نے قبہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ٹیک لگا کر (ہمیں) خطبہ اِرشاد فرمایا اور فرمایا: آگاہ رہو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔" الحدیث پھر کہتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ قبہ گرانا واجب نہیں۔ اگر قبہ گرانا واجب ہوتا تو رسول ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے سے پہلے اس قبہ کو گرانے کا حکم اِرشاد فرماتے۔"[1]

اصل حقیقت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَسنَدَ ظَهرَهُ إِلىٰ قُبَّةِ أَدَمٍ فَقَالَ: «أَلَا لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ إِلَّا نَفسٌ مُسلِمَةٌ»[2]

اب اس کا اصل اور صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

"سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو اپنی کمر کو چمڑے سے بنے ہوئے ایک خیمے سے ٹیک دیا (یعنی آپ ﷺ نے اس چمڑے کے خیمے کے ساتھ ٹیک لگائی) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ...الخ

مسلم شریف میں موجود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے الفاظ سے بھی روشن سورج کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ یہی ترجمہ صحیح ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

بَينَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُضِيفٌ ظَهرَهُ إِلىٰ قُبَّةٍ مِن أَدَمٍ يَمَانٍ[3]

"ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ یمنی چمڑے کے خیمہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا...الخ"

لفظِ قُبّۃ کی تحقیق

ہم کہتے ہیں کہ لفظ قُبّہ کا معنیٰ "چھوٹا خیمہ جو اوپر سے گول ہو" بھی ہے۔ چنانچہ عربی

---

۱ "گستاخ کون؟": ص۱۵۹ (راولپنڈی میں ہونے والا تاریخی مناظرہ) از سید امتیاز حسین کاظمی ضیائی

۲ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون هذه الأمة نصف أهل الجنة: ۵۳۱، مترجم نسخہ: ۳۰۹/۱

۳ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبي: ۶۶۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغت کی مشہور کتاب المُعجم الوسیط میں ہے:

خَيمَة صَغِيرَة أعلَاهَا مُستَدِير[1]

یہ خیمہ عرب کے اندر عام تھا اور وہ سفر و حضر میں بنالیا کرتے تھے۔ مسجدِ نبویؐ کے اندر بھی بنالیا جاتا تھا۔ اس طرح کا قُبّہ (خیمہ) عرب لوگ حج کے ایام میں منیٰ و عرفات وغیرہ میں بنالیا کرتے تھے۔ یہ خیمہ چمڑے اور کپڑے وغیرہ سے بنایا جاتا تھا۔ لفظِ 'قبّہ' بمعنیٰ خیمہ کئی ایک احادیث میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً:

① صحیح بخاری میں ہے کہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہؓ صدیقہ نے آپ ﷺ سے مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی: فَضَرَبَت فِيهِ قُبَّةً تو اُنھوں نے مسجد میں ایک قبّہ (چھوٹا سا خیمہ) لگالیا۔ پھر اُمّ المومنین حفصہ بنت عمر بن خطابؓ کو پتہ چلا تو انھوں نے بھی ضَرَبَت قُبَّةً یعنی ایک چھوٹا سا خیمہ لگالیا۔ اسی طرح اُمّ المومنین سیدہ زینبؓ نے بھی ایک خیمہ لگالیا۔ آپ ﷺ نے جب فجر کی نماز پڑھائی تو أبصَرَ أربَعَ قِبَابٍ یعنی مسجد میں چار خیمے لگے دیکھے۔ الخ[2]

اس بات کی دلیل کہ اس حدیث میں وارد لفظ قُبّہ یا قِبَاب کا معنیٰ چھوٹا خیمہ ہی ہے، یہ ہے کہ اسی حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب بھی منعقد کیا ہے: بَابُ الأخبِيَةِ فِي المَسجِدِ (مسجد میں خیمے لگانے کا بیان یعنی اعتکاف کے لئے) اس حدیث میں قُبّہ کی جگہ پر اس کے راوی امام مالک رحمہ اللہ نے خِباء (خیمہ) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

② امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث باب اعتکاف النساء میں بھی لائے ہیں۔ اس میں اس کے راوی حماد بن زید نے بھی قبہ کی جگہ خباء کا لفظ ہی استعمال کیا ہے بلکہ ان دونوں یعنی امام مالک رحمہ اللہ اور حماد بن زید نے قبّہ کی جمع قِبَاب کی جگہ اَخبِيَة یعنی خِبَاء کی جمع کا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث میں وارد لفظ 'قبّہ' کا معنیٰ چھوٹا خیمہ ہی ہے۔

③ اسی طرح اُمّ المومنین عائشہؓ کے لئے منیٰ میں ایک تُرکی قُبّہ (یعنی چھوٹا خیمہ) لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ عام لوگوں سے حجاب میں رہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ: هِيَ فِي قُبَّةٍ

---

1 المعجم الوسیط: مادہ ق ب ب

2 صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف في شوال: ۲۰۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُرکِیَّةٍ لَهَا مذکور ہیں کہ وہ اپنے ترکی خیمہ میں تھیں۔[1] ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں:

رَأَیتُ قُبَّةً حمراءَ مِن اَدَم لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ[2]

"میں نے رسول ﷺ کے لئے لگایا گیا چمڑے کا سرخ رنگ کا چھوٹا سا خیمہ دیکھا۔"

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ وَ نَحنُ فِي قُبَّةٍ فِي مَسجِدِ المَدِینَةِ... الخ[3]

"رسول ﷺ ہمارے پاس آئے جبکہ ہم مدینہ کی مسجد میں ایک قبہ (خیمہ) میں تھے۔"

یہی وجہ ہے کہ کاظمی ضیائی صاحب کے ہم مسلک و فکر اور بریلویہ کے نامور عالم علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی صحیح مسلم کی اس حدیث کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے کہ "ایک چمڑے کے خیمے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے۔ الخ"[4]

قواعدِ عربیہ یعنی علم نحو کی روشنی میں اس تحریف و تبدیلی کی وضاحت

جو اہل علم طلبا و مدرّسین، علم نحو (یعنی عربی قواعد) جانتے ہیں اُنھیں خوب علم ہے کہ عربی گرامر میں اضافت کے بارے میں ایک مستقل بحث ہوتی ہے، اس کی تعریف اور مختلف اعتبار سے تقسیم ہوتی ہے اور اضافتِ معنوی کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

اضافتِ لامیہ　　　　اضافتِ بیانیہ　　　　اضافت ظرفیہ

اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس ہو تو اسے اضافتِ بیانیہ کہا جاتا ہے جیسے: خاتَمُ فِضَّةٍ چاندی کی انگوٹھی۔ اس میں انگوٹھی چاندی کی جنس سے ہے یعنی خاتم من فضّة

اگر مضاف الیہ مضاف کی ظرف ہو تو اسے اضافتِ ظرفیہ کہا جاتا ہے جیسے: صَلٰوۃ اللَّیل یعنی رات کی نماز یعنی اللیل (رات) نماز پڑھنے کا ظرف زمان ہے۔ اسی طرح قرآن میں وارد ﴿بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾[5] سے مراد: المکر في اللیل والنھار ہی ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال: ۱۶۱۸

2 مسند احمد: ج ۴/ص ۳۰۸

3 سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب نمبر ا: ۳۹۸۰

4 دیکھئے شرح صحیح مسلم: ج ا/ص ۸۴۶، از علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی

5 سورۃ السبا: ۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اگر اضافت کی قسم ان دونوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اسے اضافتِ لامیہ کہا جاتا ہے جیسے : کِتَابُ خَالِدٍ خالد کی کتاب۔ اس میں خالد نہ کتاب کی جنس سے ہے اور نہ ہی اس کا ظرفِ زمان و مکان ہے، اس میں عام طور پر لام مقدر ہوتا ہے یعنی کِتَاب لِّخَالِدٍ[1]

مسلم شریف میں وارد حدیث میں مذکورہ الفاظ : قُبَّة آدَم میں اضافتِ معنوی بیانی ہے۔ کیونکہ اس میں مضاف قُبّة بمعنی خیمہ، أدم بمعنی چمڑا کی جنس سے ہے یعنی قُبّة مِن أَدَم۔ جیسا کہ کوئی کہے ثَوبُ حَرِیر یعنی: ثَوب مِن حَرِیر ریشم کا لباس۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿عٰلِيَهُمۡ ثِيَابُ سُنۡدُسٍ﴾[2] کپڑے اور ریشم ہم جنس ہیں۔

اسی طرح قُبّة (خیمہ) اور أدَم (چمڑا) ہم جنس ہیں۔ یعنی خیمہ کا مادہ (جس سے خیمہ بنایا گیا ہے) چمڑا ہے، جیسا کہ انگوٹھی کا مادہ چاندی اور کپڑے کا مادہ ریشم ہے۔ اور ان سب میں مِن مقدر یعنی پوشیدہ ہے یعنی خَاتَم مِن فِضَّةٍ، ثِیَاب مِّن سُندُسٍ اور ثَوب مِن حَرِیرٍ.

اب ہم اس کی دلیل بھی احادیث ہی سے مہیا کرتے ہیں کہ اس جگہ قُبَّةِ اَدَم اضافتِ بیانی ہے نہ کہ لامی اور ظرفی۔ اس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان میں مِن پوشیدہ ہے۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں یہ مِن ذکر بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں کتاب فرض الخمس، باب نمبر ۱۳ حدیث ۳۱۴۷ میں انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مذکور ہے: فَجَمَعَهُم فِي قُبَّةٍ مِن اَدَم ''آدم علیہ السلام نے اُنھیں چمڑے کے ایک قبہ (یعنی خیمہ) میں جمع کیا''

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رَأَیتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ حمراء مِن اَدَم[3]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو چمڑے کے ایک سرخ قُبَّہ (یعنی خیمہ) میں دیکھا۔

زیرِ نظر حدیث میں لفظی و معنوی تحریف کا ارتکاب

اَب قارئین حضرات کاظمی ضیائی صاحب کی حدیثِ نبوی میں تحریف و تبدیلی بخوبی سمجھ گئے ہوں گے، وہ یہ کہ انہوں نے اس حدیث میں لفظی تحریف بھی کی ہے اور معنوی تحریف

---

۱ اس کی تفصیل شرح ابن عقیل علیٰ الفیہ ابن مالک مبحث 'الاضافۃ' : ج۳/ ۴۲،۴۳ میں دیکھی جا سکتی ہے نیز معارف النحو، از عبد اللہ توحیدی میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ (ص ۲۱۳)

۲ سورۃ الدہر: ۲۱

۳ صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ في الثوب الأحمر: ۳۷۶

بھی۔ لفظی تحریف تو یہ ہے کہ اُنہوں نے لفظِ اَدم بروزن فَرَس کو تبدیل کر کے آدم بروزن عالَم اور قالَب بنادیا ہے اور کتاب میں حدیث کے اندر ہی آدم لکھ دیا ہے۔

اور معنوی تحریف یہ کی ہے کہ

اولاً: ادم سے حضرت آدم علیہ السلام مراد لئے ہیں اور ترجمہ بھی آدم علیہ السلام ہی کیا ہے۔

ثانیاً: قُبَّۃ سے قبر پر بنایا گیا گنبد و مزار مراد لیا ہے۔

لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کر کے مزعومہ بزرگوں کی اصلی و غیر اصلی قبروں پر جو قبے بنائے جاتے ہیں، ان کے جواز کے لئے تحریف و تبدیل کردہ یہ حدیث بطورِ دلیل پیش کی ہے۔ یعنی حدیث کا لفظ بھی بدلا اور ترجمہ بھی غلط کیا اور قبہ اَدم میں جو اضافتِ بیانیہ تھی، اسے بھی تبدیل کر کے اضافتِ لامیہ بنادی۔ یعنی قُبَّۃٍ مِّن اَدَمٍ کو بدل کر قُبَّۃٍ لآدَمَ بنا دیا۔

حالانکہ صحیح مسلم والی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے الفاظ سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ اضافتِ بیانیہ ہے، چنانچہ بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُضِيف ظَهْرَهُ إِلى قُبَّةٍ مِنْ أَدَم يَمَانٍ[1]

یعنی "ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ یمنی چمڑے کے خیمہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا۔ الخ"

قارئین! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث میں کتنے صاف الفاظ ہیں یعنی قُبَّۃٍ مِّن اَدَمٍ یمَانٍ یمنی چمڑے سے بنایا گیا قبہ (یعنی خیمہ)

کیا حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مدینہ نبویہ یا مسجدِ نبوی میں ہے؟

پھر آپ حضرات ایک اور طرح سے بھی سوچیں کہ کیا سیدنا آدم علیہ السلام کی وفات مدینہ نبویہ میں ہوئی تھی؟ اور کیا ان کا قبہ یعنی دربار اور مزار مسجدِ نبویؐ میں تعمیر ہوا تھا؟ وہ مسجد نبوی کے کس کونے میں تھا؟ یا پھر مدینۃ النبي ﷺ میں تھا اور کہاں تھا؟ اس کا ثبوت ضیائی اور قریشی صاحب کے ذمہ ہے۔

---

1 صحیح بخاری: کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبي ﷺ: ٦٦٤٢

مسجدِ نبوی میں خیمے نصب کرنے کا ذکر تو ذخیرہ احادیث میں بکثرت ملتا ہے کیا کسی حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کا قبہ مسجدِ نبوی میں تھا یا مدینۃ النبي میں تھا؟ یہ سب سوچنے کی باتیں ہیں۔ اہلِ تحریف کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا بھی چاہئے۔

اہلِ تحریف لوگ دراصل درباروں، مزاروں سے غالیانہ محبت میں اندھے ہو چکے ہیں، ان کو ثابت کرنے اور اسلام کا حصہ قرار دینے کے لئے ہر طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ یہ حدیثِ نبوی میں تحریف و تبدیلی ان کا آخری حربہ تھا جو اُنہوں نے کر دکھایا۔ یہودیوں کی بھی یہی عادت تھی کہ وہ اپنے خود ساختہ باطل نظریات کو ثابت کرنے اور انھیں شریعت کا حصہ قرار دینے کے لئے تورات میں تحریف کر دیتے تھے، جیسا کہ قرآن اس پر شاہد عدل ہے اور اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب الفوز الکبیر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

نصوصِ الٰہیہ میں تحریف کرنا شیوۂ یہود تھا

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں یہودیوں کی گمراہیوں میں ایک گمراہی یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ تورات کے احکام میں لفظی یا معنوی تحریف (تبدیلی) کر دیتے تھے۔ وہ تورات کی آیات کے ساتھ ان چیزوں کا بھی اضافہ کر دیا کرتے تھے جو اُن سے نہیں تھیں۔ وہ تورات کی آیات کا کتمان کیا کرتے تھے۔ تورات کے احکامات کا نفاذ نہیں کرتے تھے۔ اپنے مذہب کی نہایت بے جا حمایت کرتے تھے۔[1]

تنبیہ: الفوز الکبیر کی شرح الخیر الکثیر کے صفحہ :۱۳۵ میں ہے کہ "قرآنی و حدیثی تحریف لفظی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن یا حدیث کے کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا، کسی لفظ کو بڑھا دینا یا کسی لفظ کو کم کر دینا۔" (میں کہتا ہوں: اگر کم کر دینے سے حق کی پردہ پوشی مراد ہو تو یہ کتمانِ علم میں داخل ہے جو کہ ناجائز ہے۔)

تحریفِ معنوی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ یا تشریح اس طرح کرنا جو شارع کی مراد کے خلاف ہو۔ شاہ ولی اللہ اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

"اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علمائے سُو کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب

---

۱ صحیح بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبي ﷺ: ۶۶۴۲

ہیں اور اپنے بڑوں کی تقلید کے گرویدہ ہیں اور کتاب و سنت کی نصوص (یعنی صریح آیتوں اور حدیثوں) سے اعراض کرتے ہیں اور کسی عالم کے تعمق و تشدد اور اس کے استحسان کو دلیل بناتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے معصوم شارع (نبی ﷺ) کے کلام سے اعراض کیا ہے، موضوع (خود ساختہ) حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا اُسوہ (نمونہ) بنایا ہے۔ تو تم اُن لوگوں کو دیکھو گویا یہ وہی (یہودی) ہیں۔[1]

فقہ حنفی کی روشنی میں قبروں پر قبے اور مزار وغیرہ بنانے کا حکم

میں کہتا ہوں کہ ان اہلِ تحریف کی یہ تحریف قرآن و حدیث کی نصوص کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کے امام یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے بھی خلاف ہے جو کہ فقہ حنفی کی اکثر کتب میں مذکور ہے۔

چنانچہ احناف کے نامور مفتی علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

عَن أَبِي حَنِيْفَةَ يَكرَهُ أَنْ يُبنٰى عَلَيهِ بِنَاء مِّن بَيْتٍ أَو قُبَّةٍ أَو نَحوِ ذَلِكَ لِمَا رَوىٰ جَابِر نَهٰى رَسُولُ الله ﷺ ... الخ[2]

اس کے بعد مسلم شریف کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ نیچے ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قبر پر کسی قسم کا مکان اور قبہ بنانا مکروہ جانتے تھے، کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر کچھ لکھنے اور عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ان کی یہ تحریف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ شارح صحیح مسلم علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاُم[3] میں کہا ہے کہ رَأَيتُ الأَئِمَّةَ بِمَكَّةَ يَأمُرُونَ بِهَدمِ مَا يُبنىٰ[4]

---

1 الفوز الکبیر: ص ۳۰-۳۲

2 فتاویٰ شامی: ۱/ ۶۲۷، باب صلوٰۃ الجنائز، مطبوعہ مصر

3 جلد اوّل

4 شرح صحیح مسلم درسی عربی، ۱/ ۳۱۲ سطر: ۶ من الاسفل؛ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ علمائے حدیث

''میں نے مکہ میں دیکھا کہ قبروں پر جو کچھ بنایا جاتا تھا، ائمہ (یعنی حکام) اس کے گرانے کا حکم دیتے تھے۔''

قبروں پر بنے ہوئے قبے منہدم کرنے پر علمائے مصر کا اتفاق

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ میں[1] مصر میں قبروں پر تعمیرات و قبے وغیرہ منہدم کرنے پر ملک ظاہر بیبرس کے دور کے محققین علما کا اتفاق ذکر کیا ہے۔ ملک ظاہر نے اس وقت کے فقہا (مثلاً: فقیہ علامہ ظہیر تزمنتی اور شیخ بہاء الدین بن جُمیزی اور ان جیسے علمائے وقت) سے اس کا فتویٰ طلب کیا تھا تو ان سب نے خطوط لکھے اور بیک زبان ہو کر اتفاق کیا کہ حکمران پر ضروری ہے کہ ان سب کو ڈھادے اور بنوانے والوں کو مکلف کرے کہ اس کا ملبہ کہاں میں پھینک آئیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام شافعی کی قبر پر بنا ہوا قبہ بھی مصر ہی میں ہے۔[2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا موقف

احناف کے بہت بڑے علامہ اور شارح صحیح بخاری بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر خیمہ بنانا بھی مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ

رَأَى ابنُ عُمَرَ فُسطاطًا علىٰ قبرِ عبدِ الرَّحمٰن فقال: اِنزِعه يا غلامُ فإنَّما يُظلُّه عَمَلُه[3]

''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن ابو بکر کی قبر پر ایک خیمہ دیکھا تو انہوں نے (اُمّ المومنین عائشہؓ) کے غلام سے کہا: اے غلام! اس خیمے کو اتار لو، اس کے نیک عمل ہی اس پر سایہ کریں گے۔''

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس اثر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَدَلَّ هٰذا عَلىٰ أَن نَصبَ الخِيامِ علىٰ القَبرِ مكرُوه ولا يَنفعُ الْـمَيِّتَ

کتاب العلم: ۱۲/۱۷ تا ۲۷

۱ ج۱، ص۱۴۱

۲ حسن المحاضرۃ: ۱/۱۴۱

۳ كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر

ذَلِكَ[1]

''یعنی عبد اللہ کے اس اثر میں اس بات کی دلیل ہے کہ قبر پر خیمے نصب کرنا مکروہ ہے اور اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔''

مسند احمد میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے:

لاَ تَجعَلُوا عَلٰی قَبرِي بِنَاءً[2] ''میری قبر پر کوئی عمارت نہ بنانا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ

لاَ تَضرِبُوا عَلَيَّ فُسطَاطًا[3] ''میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔''

تابعی کبیر سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت کرتے ہوئے کہا تھا:

إِذَا مَا مِتُّ فَلاَ تَضرِبُوا عَلی قَبرِ فُسطَاطًا[4]

''جب میں وفات پا جاؤں تو میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔''

تابعی کبیر محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

هَذِهِ الفَسَاطِيطُ الَّتِي عَلَی القُبُورِ مُحدَثَةٌ[5]

یہ خیمے جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں، یہ بدعت ہیں۔

دوغلی پالیسی پر تعجب و حیرت

پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک طرف کاظمی ضیائی صاحب فی زمانہ قبروں پر بنے قبے گرانے کو مذموم حرکت قرار دے رہے ہیں اور گرانے کے جواز کا فتویٰ دینے والوں کو 'وہابی خبیث ظالم' کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف قبروں پر قبے بنانے کو کبیرہ گناہ اور قبے گرانے کو واجب سمجھنے والے احمد بن حجر مکی شافعی صوفی (متوفی ۹۷۴ھ) کو کاظمی ضیائی کے بڑے مناظر 'مفتی' محمد حنیف قریشی صاحب اچھے اچھے بلند القاب سے ملقب کرتے ہوئے انھیں مشہور محدث، علامہ، نیز محدثِ کبیر، حضرت اور امام قرار دیتے ہوئے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

1 عمدۃ القاری: ۸/ ۱۸۳

2 حدیث نمبر: ۹۴۳۹

3 مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳/ ص ۲۱۶

4 طبقات ابن سعد: ج ۵/ ص ۱۴۲

5 مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۱۶

بھی دے رہے ہیں۔[1]

حالانکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مکی صاحب نے قبوں کو منہدم کرنے کا فتویٰ اپنی مشہور کتاب 'الزواجر' میں نقل کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور وہ فتویٰ یہ ہے:

وَ تَجِبُ الْمُبَادَرَةُ لِهَدمِهَا وَهَدمِ القِبَابِ الَّتِی عَلَی الْقُبُورِ اِذ هِيَ اَضَرُّ مِن مَسْجِدِ الضِّرَارِ لِأَنَّهَا أُسِّسَت عَلیٰ مَعصِیَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِأَنَّهُ نَهٰی عَنْ ذٰلِكَ وَ أَمَرَ بِهَدمِ القُبُورِ الْمُشرِفةِ وَ تَجِبُ إِزَالَةُ كُلِّ قِندِیلٍ وَ سِرَاجٍ عَلٰی قَبرٍ وَلاَ یَصِحُّ وَقفُهُ وَنَذرُهُ[2]

"اونچی قبریں اور قبے گرانے کی طرف جلدی کرنا واجب ہے کیونکہ یہ چیزیں مسجدِ ضرار[3] سے زیادہ نقصان دہ ہیں، کیونکہ ان اونچی قبروں اور قبوں کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اونچی قبروں کو گرانے کا حکم دیا ہے اور ہر قندیل اور چراغ جو قبروں پر جلایا جاتا ہے اس کو ختم کرنا واجب ہے اور یہ قبروں پر وقف کرنا یا اس کی نذر ماننا صحیح نہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مکی صوفی شافعی کا نقل کردہ مذکورہ بالا فتویٰ بعینہٖ صاحب تفسیر روح المعانی محمود احمد آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے بلکہ اس کی تائید میں مزید بھی لکھا ہے حتیٰ کہ مصر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی قبروں پر جو قبے بنائے گئے ہیں، ان کے گرانے کے بارے میں بھی لکھا ہے جبکہ گرانے کی وجہ سے فتنہ کا ڈر نہ ہو۔[4] لیکن اس کے باوجود کاظمی ضیائی صاحب نے انہیں کسی بھی بُرے لقب سے ملقب نہیں کیا۔ نہ ظالم قرار دیا، نہ وہابی کہا، بلکہ ان کے بڑے مناظر محمد حنیف قریشی صاحب نے انہیں مشہور مفسر حضرت علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا ہے۔[5]

لیکن صد افسوس کہ اسی فتوے کی بنا پر یہ لوگ کتاب و سنت کی طرف دعوت دینے والے پاک و ہند کے علمائے حدیث کو وہابی، ظالم اور خبیث جیسے برے القابات سے ملقب کر

1 دیکھئے: گستاخ کون؟ص ۴۷۶

2 الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ا ص ۱۴۹، کبیرہ گناہ نمبر ۹۳ تا ۹۸

3 جو منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر بنائی تھی جس کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۱۰۷ میں ہے۔

4 روح المعانی، جزء: ۱۵، ص ۲۳۸۔ ۲۳۹، آیت: ۲۱، من سورۃ الکہف

5 دیکھئے گستاخ کون؟ص ۲۸۶

رہے ہیں۔[1] ﴿ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾، ﴿ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴾

مولانا محمد حنیف یزدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو لوگ قبروں کو پختہ بناتے ہیں اور ان پر عالی شان گنبد کھڑا کرتے ہیں وہ دراصل ایک دکان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ قبر کی تجارت کرتے ہیں، مقبور (میت) کو ساری عمر بیچ بیچ کر کھاتے ہیں، کچی قبر آمدنی کا ذریعہ نہیں بن سکتی، وہ عام قبروں میں مل جاتی ہے، جب مرید آئیں گے تو قبرستان کی تمام قبروں میں سے کس طرح پہچانیں گے کہ ان کا 'مشکل کشا' کہاں لیٹا ہوا ہے؟ مرادیں مانگنے والوں کو پیر کا روضہ دس پندرہ کوس دور سے ہی نظر آنا چاہئے۔ اسٹیشن پر اترتے ہی گنبد دکھائی دینا چاہئے، سورج کی شعاعیں رنگین کلس سے ٹکرا کر زائرین کی آنکھوں میں اُتر آنی چاہئیں، ایسے مزار پر روز کے روز چڑھاوے چڑھیں گے، جمعرات کی جمعرات نذروں کے انبار لگیں گے۔ سال میں بہت سے تہوار بھی نیازوں کا پیش خیمہ بنیں گے اور عرس کے موقعہ پر تو وہ ریل پیل ہو گی کہ مدتوں نسلیں عیش کریں گی۔ یہ فائدے گنبد، قبے والی پختہ قبر کے ہی ہو سکتے ہیں...."

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جن کو آتا نہیں کوئی فن تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نیکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے — کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے[2]

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اگر آپ مشرکین کے حال، عقائد اور اعمال کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے زمانہ کے پیشہ ور لوگوں کے احوال دیکھ لو، بالخصوص وہ جو ہندوستان کے اطراف وجوانب میں رہائش پذیر ہیں۔ قبروں اور آستانوں کی طرف جاتے ہیں اور طرح

---

۱ دیکھئے گستاخ کون؟ ص۱۵۸، ۱۵۹
۲ دیکھئے زیارت قبور کا شرعی طریقہ، ص:۲۳، ۲۴، از مولانا محمد حنیف

طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ الخ"[1]

میں کہتا ہوں اگر کوئی ناصح انہیں قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کے ساتھ نصیحت کرنے لگے تو وہ سخت ناراض ہو جاتے ہیں اور ناصح کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسے بزرگوں اور ولیوں کا گستاخ کہنے لگتے ہیں، جیسا کہ صاحبِ روح المعانی مفسرِ قرآن علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ ﴾[2] یعنی "جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس (اللہ) کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"ایک دن ایک شخص اپنی شدت و تکلیف کی حالت میں کسی فوت شدہ (اپنے بزرگ) سے مدد مانگ رہا تھا اور نِدا کر رہا تھا کہ یَا فُلَانُ! أَغِثْنِي "اے فلاں بزرگ! میری فریاد رسی کر۔" تو میں نے اسے کہا: تو یا اللہ مدد! کہہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ ﴾[3] یعنی: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ فرماتے ہیں جب میں نے اسے یہ آیت سنائی تو وہ غضب ناک ہو گیا، اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے میرے متعلق کہا ہے کہ یہ اولیا کا منکر ہے۔"[4]

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

نوٹ: ہمارے اسی مضمون کو اصل سمجھا جائے اور جو اس سے قبل کہیں کسی رسالہ مثلاً: ہفت روزہ الاعتصام ۲۰۱۲ء جلد ۶۴ / شمارہ نمبر ۵۔۶ اور ہفت روزہ اہل حدیث ۲۰۱۲ء میں چھپا ہے، اس میں دو تین معنوی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ عفا اللہ تعالیٰ عنّا وعافانا من جمیع الآفات. آمین

1 الفوز الکبیر، ص: ۲۳، ۲۴
2 الزمر: ۴۵
3 البقرۃ: ۱۸۶
4 تفسیر روح المعانی، ض: ۲۴، ص: ۱۱

حافظ عطاء الرحمٰن علوی [1]

پندرھویں صدی اور شرک وجہالت کے اندھیرے

روزنامہ 'پاکستان' میں شائع ہونے والے شرک پرور مضامین کا ناقدانہ جائزہ

دین اسلام، دنیا کے تمام مذاہب سے منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے اور اُس کی اساس وبنیاد بڑی ٹھوس اور محکم ہے اور وہ 'توحیدِ خالص' ہے۔ اس سے ہم کنار ہوئے بغیر سرخ روئی ناممکن ہے۔ تمام انبیا کی تبلیغ ومساعی کا مرکزی نکتہ توحید ہی رہا اور اُنہوں نے شرک کی خوب خوب مذمت کی۔ رسول اکرم، شفیع معظم، خاتم النّبیین، رحمۃ للعالمین محمد ﷺ نے بھی شرک میں ڈوبی ہوئی عرب کی تاریک بستی میں شمع توحید روشن کی اور اس کی روشنی نے معاشرے کے ظلمات کو مٹا کر اسے بقعہ نور بنا دیا۔ لوگ شرک کی خاردار وادیوں سے نکل کر توحید کے مہکتے گلستان میں پہنچے۔

دوسری طرف شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے جو اسے راہِ حق اور توحیدِ خالص سے ہٹانے کے لئے گھناؤنے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے اور ذہنوں میں ایسی تلبیس کرتا ہے کہ ایک طرف شرک کو عقیدہ توحید کے نام سے متعارف کرواتا اور دوسری طرف توحید کے صافی چشمے کو متعفن کرنے کے لیے بزرگانِ دین، اولیا وشہدا کے متعلق شرکیہ عقائد کو مزین کرکے پیش کرتا ہے۔ اس گھمبیر صورت حال میں توحیدِ خالص سے ہر مسلمان کو روشناس کروانا اور شکوک وشبہات کا اِزالہ کرنا اہل توحید کی اہم ذمہ داری ہے۔

آج بہت سے عناصر غلط راہنمائی کے ذریعے سادہ لوح عوام کو اس دلدل میں دوبارہ دھکیل رہے ہیں جس سے نکالنے کے لیے نبیِ رحمت ﷺ نے طائف کی وادیوں میں بھی تکالیف اُٹھائی تھیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی روزنامہ 'پاکستان' میں ۷/اپریل سے ۱۰/اپریل ۲۰۱۲ء تک چھپنے والا ایک مضمون 'اُمتِ توحید اور پندرھویں صدی' ہے۔ ڈاکٹر آصف اشرف جلالی کا 'عقیدہ توحید اور اُمتِ توحید' کے نام سے یہ مضمون انٹرنیٹ پر بھی

---

[1] مدرّس دار العلوم محمدیہ، مغل پورہ، لاہور

موجود ہے۔ یہ مضمون کئی ایک مغالطوں اور تلبیسات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ

① اُمتِ محمدیہ میں شرک نہیں ہو سکتا، لہٰذا ہمیں اس کی فکر سے آزاد ہو جانا چاہئے۔
② اس مضمون میں شرک کی تعریف اس انداز سے کی گئی کہ یہود و نصاریٰ، عرب کے مشرکین اور باطل نظریات کے حامل لوگوں کا شرک بھی توحید نظر آنے لگے۔ واضح رہے کہ پاکستان کے عمومی باشندے بھی ایسے ہی اوہام کا شکار نظر آتے ہیں۔
③ ان مضامین میں الفاظ کی ظاہری مشابہت اور قیاسات کے ذریعے بزرگوں اور اولیا کو ایسی من مانی صفات کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے جن کی کوئی حقیقی دلیل نہیں ہے۔
④ ضعیف اور کمزور روایات سے بزعم خویش عقیدہ توحید کی عمارت قائم کرنے کی کوشش کئی گئی ہے اور خود ساختہ تعبیرات سے احادیثِ صحیحہ اور قرآنی مفہوم کو تبدیل کیا گیا۔
⑤ قبروں کی زیارت اور بعض ضعیف قصوں سے تبرکات وتوسل کا استدلال کرکے اُمت کے صحیح عقائد میں انتشار کی کوشش کی گئی۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ طلبِ حق کی نیت سے قرآن مجید اور فرامین نبویؐ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان مغالطات کی خوب تردید ہوتی نظر آتی ہے اور کسی مخصوص سوچ سے آزاد ہو کر شرعی نصوص کا مطالعہ کیا جائے تو عقیدۂ توحید کی عظمت اور شرک کی مذمت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور یہ بھی ایک مسلّمہ امر ہے کہ جس طرح صدیوں قبل خالص توحید کا عقیدہ موجود تھا، آج بھی وارثانِ توحید و سنت اور اہل حق اسی پر قائم ہیں، اسی طرح اُمت محمدیّہ میں شرک کے وجود کا ثبوت بھی صدیوں پہلے آشکار تھا اور آج بھی واضح ہے۔ ذیل میں مذکورہ اشکالات اور ان کی تائید میں پیش کیے جانے والے دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے جس سے حقیقتِ حال کو سمجھنا آسان ہو گا۔

اُمتِ محمدیہ میں شرک کا وجود

اُمتِ اسلامیہ میں شرک کا وجود ایک بدترین لعنت ہے اور جب اس کے ازالے یا خاتمے کی جدوجہد کی جاتی ہے، تو بعض لوگ ایسی تمام کوششوں کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ اس دور میں اُمتِ محمدیہ میں شرک کا وجود ناممکنات میں سے ہے۔ پھر اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے بعض خود ساختہ دلائل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دلائل بالکل بودے اور اٹکل پچو کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا اُمتِ اسلامیہ کو شرک جیسی لعنت کے بارے میں

انتہائی حساس اور ہر لمحہ فکر مند رہنا چاہیے۔ مضمون نگار کے ذکر کردہ دلائل و شبہات اور ان ازالے سے پہلے اُمتِ اسلامیہ میں شرک کے وجود پر چند دلائل بالاختصار ملاحظہ فرمائیں:

① فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾

''وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی، انہی کے لیے امان اور وہی راہ پر ہیں۔''[1]

اس آیتِ مبارکہ میں ظلم سے مراد شرک ہے جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جن مؤمنین نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہیں کیا...'' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''ہم میں سے کون شخص ہے جو ظلم نہیں کرتا؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے (جو تم سمجھے) بلکہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے جس طرح لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔''[2]

یہ آیت ایمان والوں سے متعلق ہے۔ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے اپنے متعلق سمجھ کر پریشانی کا اظہار کیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ظلم کے مفہوم کو واضح کیا اور اُمت میں شرک کے وجود کو ردّ نہیں فرمایا بلکہ باقی رکھا اور نہ ہی اسے قربِ قیامت کے ساتھ خاص قرار دیا۔ لہٰذا اس آیت میں شرکِ اکبر کی بات ہے اور اُمت میں اس کے وجود کا اثبات بھی۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ﴾[3]

---

۱ سورۃ الانعام: ۸۱، ۸۲... ترجمہ 'کنز الایمان' از احمد رضا خاں بریلوی

۲ ترجمہ از غلام رسول سعیدی، شرح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۵۸۶

۳ التوبۃ: ۳۱، ترجمہ تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، کراچی

"اُنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما کو اور پیروں کو خدا بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی، حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔"

مولانا غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"قرآنِ مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اللہ کے ارشاد کے مقابلے میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا [دراصل] اُس دینی پیشوا کو خدا بنالینا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلے میں اپنے کسی دینی پیشوا کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

"لیکن اس زمانے میں ہم نے دیکھا، اگر کسی شخص کے دینی پیشوا کے قول کے خلاف قرآن اور حدیث کتنا ہی کیوں نہ پیش کیا جائے، وہ اپنے دینی پیشوا کے قول کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن کی آیت اور یہ حدیث اُن کو معلوم نہ تھی؟... اور وہ قرآن وحدیث کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔"[1]

مولانا سعیدی کے بیان کے مطابق آج بھی لوگ دینی پیشواؤں کو ربّ بنائے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف بعض حضرات جو اُمت میں شرک کی نفی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، اُنہیں سوچنا چاہئے کہ کیا اللہ کے سوا کسی کو ربّ بنانا بھی شرکِ اکبر نہیں ہے؟

③ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وحتى تعبد قبائل من أمتي بالأوثان»[2]

"قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک میری اُمّت کے قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری اُمت کے قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں۔"

اس حدیث میں بھی اُمت کے افراد میں شرک کے پائے جانے کا واضح ثبوت ہے اور اس کو قربِ قیامت کے ساتھ خاص قرار دینا حدیث میں معنوی تحریف کے مترادف ہے۔

④ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

1 تبیان القرآن: ۵/ ۱۳۳

2 سنن ابو داود: ۴۲۵۲، مسند احمد: ۵/ ۲۷۸، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲

«لكل نبي دعوة مستجابة، فتعجل كل نبي دعوته وإني اختبأت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيمة نائلة إن شاء الله من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئًا»[1]

''ہر نبی کی ایک دُعا (ضرور) قبول کی جاتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی (اس) دُعا میں جلدی کی اور میں نے اپنی دُعا اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے قیامت والے دن کے لیے بچا رکھی ہے اور میری دُعا ان شاء اللہ میری اُمّت میں سے ہر اس آدمی کو پہنچے گی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''

ان احادیث سے اُمت میں شرک کے وجود کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ وگرنہ ان احادیث میں شرک نہ کرنے کی قید بے معنیٰ ہوگی اور ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام بے معنیٰ نہیں بلکہ شرک کے عدم وجود کا نظریہ ہی بے معنیٰ و بے فائدہ ہے۔

اُمتِ محمدیہ میں عدم شرک کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ

شرک کے وجود پر آپ تین شرعی دلائل ملاحظہ فرما چکے ہیں، اب ذیل میں اُمت مسلمہ میں شرکِ اکبر کے وجود کی نفی پر مضمون نگار کے بیان کردہ دلائل جن سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اُمت محمدیہ ﷺ میں شرک کا امکان نہیں ہے، کا تجزیہ پیش خدمت ہے:

① صاحب مضمون کی پہلی دلیل یہ ہے کہ پہلی قوموں کی طرح اس اُمت میں شرک نہیں آیا۔ اس کے لیے اُنہوں نے اس آیت سے استدلال کیا کہ قوم موسیٰ نے نجات پانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

''اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارے لیے ایک ایسا الٰہ بنا دے جیسے ان کے اتنے خُدا ہیں۔''[2]

اس آیت پر اُن کی وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اُمتِ محمدیہ میں قوم موسیٰ کی مشابہت نہیں ملتی، چنانچہ اُن میں شرک بھی نہیں۔

تبصرہ: یہ دعویٰ درست نہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں قوم موسیٰ سے کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے درختوں کو متبرک سمجھ کر اسلحہ لٹکانے کو قوم موسیٰ کی

---

1 صحیح مسلم: ۳۳۸، شرح السنۃ: ۷/ ۱۲۳۳، مسند ابو عوانۃ: ۹۰

2 سورۃ الاعراف: ۱۳۸... بحوالہ روزنامہ پاکستان مجریہ ۷/اپریل، قسط نمبر ۱/ص ۵

بت پرستی سے تشبیہ دی تھی۔ جیسا کہ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"بلا شبہ رسول اللہ ﷺ جب حنین کی طرف نکلے تو ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے جسے ذات أنواط کہا جاتا تھا، مشرکین اس پر اسلحہ لٹکاتے تھے۔ چند نو مسلم لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی کہ: "جس طرح ان کے لیے ذات انواط ہے ہمارے لیے بھی اسی قسم کا ذات انواط بنا دیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«الله أكبر هٰذا كما قالت بنو إسرائيل اجعل لنا إلٰها كما لهم اٰلهة لتركبن سنن من كان قبلكم»[1]

"اللہ اکبر! یہ تو اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر دیں جیسے اُن کے معبود ہیں، واقعی تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔"

آج بھی اُمت میں آپ کو اس کی مثالیں ملیں گی کہ مزاروں پر موجود درختوں کے ساتھ اسی تبرک کا معاملہ کرتے ہوئے دھاگے، کپڑے اور سامان باندھے جاتے ہیں اور اُنہیں مختلف حاجات براری کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ سلطان باہو کے مزار پر موجود بیری کے درخت کو اولاد کے حصول کے لیے متبرک سمجھنا بلکہ چکر گن کر طواف کرنا وغیرہ کوئی پوشیدہ امر نہیں۔ کیا اس کو بھی صاحب مضمون 'لذتِ توحید' سے گردانیں گے اور عقیدہ توحید کی پہرہ داری سے تعبیر کریں گے؟

④ اس میں کوئی شک نہیں کہ عقیدہ توحید یقیناً اُمت میں باقی ہے۔ جو لوگ خالص توحید پر قائم ہیں، وہی خالص اسلامی عقیدے کے بھی وارث ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں میں شرک بھی پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری اُمت شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتی بلکہ کچھ لوگ ہر دور میں توحیدِ خالص کے علم بردار ہوں گے۔

اسی حقیقت کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں واضح کیا تھا:

"مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم [سب] میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔"[2]

---

١ مسند حمیدی:۸۴۸، ترمذی:۲۱۸۰، مسند احمد:۵/۲۱۸، مصنف عبد الرزاق:۱۱/۳۶۹، ابن حبان:۹/۲۴۸، ۶۶۶۷

٢ صحیح بخاری:۱۳۴۴، صحیح مسلم:۲۲۹۶

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے، اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہو گئے۔"[1]

صحیح بخاری کے شارحین: حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی حنفی اور احمد بن محمد قسطلانی رحمہم اللہ نے بھی اس سے یہی مفہوم مراد لیا ہے۔[2]

یہ تو اس کا صحیح مفہوم ہوا۔ لیکن روزنامہ پاکستان کے مضمون نگار کے مطابق

"مذکورہ حدیث کو شرک کے خاتمے پر دلیل تسلیم کر لیا جائے تو پھر اسی طرح کی احادیث کی بنا پر اُمت سے فقر و فاقے کے خاتمے کا بھی دعویٰ کرنا چاہیے جیسا کہ صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: «فو الله لا الفقر أخشى عليكم»[3] "اللہ کی قسم میں تم پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا۔" لیکن اُمتِ محمدیہ ﷺ کے لوگوں میں آج فقر وفاقہ کی جو صورتحال ہے، ہر آدمی اس سے بخوبی واقف ہے جس سے معلوم ہوا کہ شرک کے وجود والی حدیث کا جو مفہوم آج کچھ لوگ جو پیش کر رہے ہیں، وہ درست نہیں۔"

تبصرہ: احادیث کا غلط مفہوم لے کر اُمت کو شرک پر جری کرنا اور شرک جیسے ناسور سے بے پروا کرنے کی کوشش کرنا اُمت کی خیر خواہی نہیں بلکہ ملّت دشمنی ہے۔ یوں بھی عقائد کے بارے میں احادیث آحاد سے استدلال کرنا کم از کم بریلوی مکتبِ فکر کو روا نہیں کیونکہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے تو عقائد کے معاملے میں لکھا ہے کہ عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہوں کافی نہیں، مزید شرح عقائد نسفی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہوں ظن ہی کا فائدہ دیتی ہیں اور معاملہ اعتقاد میں ظنّیات کا کچھ اعتبار نہیں۔"[4]

اس پیمانہ پر مضمون نگار کی پیش کردہ روایات کا پورا اُترنا تو دور کی بات ہے، اُنہوں نے تو

١ نعمۃ الباری: ۳/ ۵۱۴
٢ فتح الباری: ۳/ ۲۱۱، عمدۃ القاری: ۸/ ۱۵۷، ارشاد الباری: ۲/ ۴۴۰
٣ صحیح بخاری: ۳۱۵۸
٤ فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۴۷۷

بہت سی ضعیف روایات کا بھی سہارا لیا ہے جن پر مختصر تبصرہ آگے آئے گا۔

③ مضمون میں سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی پیش کی گئی ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت پر شرک اور شہوتِ خفیہ کا خطرہ تھا جس کی خاطر آپ رنجیدہ خاطر تھے اور آپ نے فرمایا تھا:

''میری اُمت کے لوگ نہ سورج کی عبادت کریں گے نہ چاند کی، نہ کسی بت کی عبادت کریں گے، نہ پتھر کی، لیکن ریاکاری کریں گے اور یہ شرک ہے اور شہوتِ خفیہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی روزہ رکھے گا، لیکن کسی شہوت کی وجہ سے توڑ دے گا۔''[1]

اس روایت سے بھی شرکِ اکبر کی نفی پر استدلال کیا گیا ہے لیکن جناب کی یہ کمزور ترین دلیل تارِ عنکبوت کی حیثیت بھی نہیں رکھتی کیونکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک حاکم کی مذکورہ روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالواحد متروک الحدیث ہے، مسند احمد کے محقق شعیب ارناؤوط اوران کی زیر نگرانی تحقیقی کمیٹی نے اس روایت کے متعلق یہ فیصلہ دیا ہے کہ اسنادہ ضعیف جدًا اس کی سند انتہائی ضعیف ہے۔ عبدالواحد بن زید کے متعلق ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اسکے ضعیف ہونے پر اجماع واتفاق ہے۔[2]

یہ روایت سنن ابن ماجہ میں بھی مروی ہے جس کی سند میں روّاد نامی راوی ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور ایک راوی عامر بن عبداللہ مجہول ہے اور بھی کئی خرابیاں ہیں۔

اب فاضل بریلوی کا عقائد کی بابت اوپر بیان کردہ معیار ذہن میں رکھیں اور اس قسم کی ضعیف روایات سے شرک کی نفی بھی دیکھیں تو ایسی روایات پر خود ساختہ عقیدہ توحید کی بنیاد رکھنا ہی مضحکہ خیز نظر آتا ہے۔

④ اسی مفہوم کی ایک اور روایت سیر اعلام النبلاء سے بھی پیش کی گئی جو مسند احمد: ۱۷۱۴۰ پر موجود ہے۔ اس کے تحت بھی فاضل محقق شعیب ارناؤوط کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ ضعیف روایت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرکِ اصغر یعنی ریاکاری بھی اُمت میں ایک بہت بڑا مسئلہ

---

۱ مستدرک حاکم: ۵/۴۷۰، ۸۰۱۰، مسند احمد: ۵/۵۳۸، ۱۷۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۵، شعب الایمان از بیہقی: ۵/۳۳۳ وغیرہ، بحوالہ روزنامہ پاکستان: ۷ اپریل ۲۰۱۲ء، قسط نمبر ۱ زیر تبصرہ مضمون

۲ الموسوعۃ الحدیثیۃ مسند احمد: ۲۸/۳۴۷۔ اس روایت پر تفصیلی بحث محدث جون ۲۰۱۱ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہے لیکن اس سے شرکِ اکبر کے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔

⑤ مضمون نگار نے اُمتِ محمدیہ ﷺ میں شرک اکبر کے وجود کی نفی پر اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ»[1]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ نمازی، جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں گے۔''

اس حدیث سے اُمت میں شرک کی نفی کرتے ہوئے مضمون نگار کہتے ہیں کہ یہ صرف جزیرۃ العرب کے لحاظ سے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لحاظ سے ہے۔ حالانکہ موصوف کو عام اور خاص میں فرق کرنا چاہیے۔ کتنی سادہ بات ہے کہ المصلّون میں نمازی عام تھا اور جزیرۃ العرب کے الفاظ سے تخصیص ہو گئی اور اعتبار تو خاص کا ہو گا، نہ کہ عام کا، لیکن افسوس کہ خود ساختہ نظریات کی خاطر سب کچھ جائز کر دیا جاتا ہے۔

یوں بھی اس حدیث مبارکہ میں جزیرہ عرب میں بھی صرف اس کی عبادت کی نفی کی گئی ہے۔ جہاں تک شیطان کی اطاعت کا معاملہ ہے جو عبادت کا مجازی مفہوم ہے، تو یہ فتنہ اب بھی جزیرۃ العرب سمیت پوری دنیا میں موجود ہے۔ کتنے لوگ رحمٰن کی بجائے شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں۔ مزید برآں جزیرۃ العرب میں بھی اجتماعی طور پر شیطان کی عبادت کی نفی کی گئی ہے کہ سب نمازی شیطان کی شرک والی اطاعت و عبادت نہیں کریں گے البتہ بعض اس بیماری میں مبتلا ہوں گے۔

⑥ مذکورہ مضمون میں شرک کی نفی پر یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ جب نماز، روزہ بھی باقی نہیں رہے گا تو یہ کلمہ اُس وقت بھی معتبر ہو گا۔ چنانچہ اس اُمت میں پہلے بد عملی آئے گی اور اب اس وقت یہ اُمت جس مرحلہ سے گذر رہی ہے، یہ مرحلہ شرکِ جلی میں مبتلا ہونے کا نہیں ہے۔ اور اس کے لیے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسی روایت سے استدلال کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''اسلام بوسیدہ ہو جائے گا اور بوڑھے مرد اور عورتیں رہ جائیں گے۔ وہ کہیں گے ہم

---

[1] صحیح مسلم: رقم ۵۰۳۰

نے اپنے آباو اجداد کو اس کلمے پر پایا، ہم نے بھی یہ کلمہ کہہ دیا اور اُنہیں یہ لا إلٰه إلا الله فائدہ دے گا۔"[1]

تبصرہ: اس روایت کی سند پر تبصرے سے قطع نظر اس کے متن پر غور و فکر کرنے سے ہر ذی شعور یہ فیصلہ کرے گا کہ اس حدیث میں صرف بد عملی کی بات ہوئی ہے اور بد عملی کے دور میں بھی کچھ لوگ کلمے پر قائم ہوں گے اور شرک میں مبتلا نہ ہونے کی وجہ سے کلمہ اُنہیں فائدہ دے گا۔ لیکن یہ تو صاحبِ مضمون کی اپنی اختراع ہے کہ اس دور تک کبھی شرکِ جلی نہیں ہوا ہو گا اور کبھی شرک کا دور دورہ نہیں ہوا ہو گا۔ مذکورہ حدیث میں کہیں کوئی ادنیٰ اشارہ بھی اُن کے مدعا کو ثابت نہیں کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ خالص کلمہ توحید جو شرک کی آمیزش سے پاک ہو، وہ ہر دور میں فائدہ دیتا ہے حتیٰ کہ بد عملی کے تاریک دور میں بھی خالص کلمہ توحید فائدہ دے گا اور اس میں کوئی اختلاف کی بات نہیں۔ لیکن اس سے یہ مفہوم کشید کیا جائے کہ اس وقت تک اُمت میں شرک نہیں ہو گا، من چاہا استدلال اور مطلب کی بات ہے!

مفہوم حدیث میں تحریف: انتہائی قابل افسوس بات ہے کہ اُمت میں بد عقیدگی پھیلانے کی خاطر نام نہاد مفکر احادیث کے مفہوم کو اپنی من چاہی آرا کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔[2] انہی میں سے ایک بات زیرِ نظر مضمون 'پندرھویں صدی اور اُمتِ توحید'[3] میں ہے کہ "ایک حدیث شریف میں جو کچھ قبائل کے مشرک ہو جانے کا ذکر ہے تو وہ بعد کا معاملہ ہے۔" اس کے لئے بعض احادیث میں «لا تقوم الساعة» کے الفاظ کے ساتھ شرک کے بیان سے من مانا مفہوم نکالا گیا ہے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں کیسے بے جا طور پر مفہوم حدیث میں تحریف کی گئی ہے۔ دراصل «لا تقوم الساعة» کے الفاظ کی بنا پر اس کو قربِ قیامت سے ہی خاص کر لینا عربی اُسلوب اور مفہوم احادیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ مضمون نگار نے «لا تقوم الساعة» کے الفاظ سے یہ باور کرایا کہ شاید یہ بعد کا معاملہ ہے اور قربِ قیامت ایسا ہو گا۔ جبکہ احادیث میں غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بہت سے

---

1 مستدرک حاکم: ۵/ ۶۶۶، ۸۵۰۸، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۹، النہایۃ فی الفتن لابن کثیر: ۱/ ۳۰

2 جس کی مثالیں مضمون "اُمتِ توحید اور پندرھویں صدی" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

3 قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۱: روزنامہ پاکستان: ۷/ اپریل ۲۰۱۲ء

معاملات میں یہ الفاظ «لاتقوم الساعة» استعمال کیے ہیں لیکن وہ معاملات قربِ قیامت کے ساتھ خاص نہیں، بعد کے معاملے نہیں بلکہ کچھ واقع ہو چکے اور کچھ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو آپ کے بعد قریبی زمانے میں ہی وقوع پذیر ہو گئے تھے۔ لہٰذا ان الفاظ کو شرک کے متعلق بھی اسی طرح سمجھا جائے کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان سچ ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا ہو گا، کتنا پہلے ہو گا، اس کی کوئی قید نہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے صحیح بخاری کی ایک روایت پر غور کریں، جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں:

«لاتقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان تكون بينهما مقتلة دعوتهما واحدة وحتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلثين كلهم يزعم أنه رسول الله وحتى يقبض العلم وتكثر الزلازل»[1]

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ دو عظیم جماعتیں لڑائی کریں گی۔ ان کے درمیان بڑی جنگ ہو گی اور اُن کی دعوت ایک ہو گی اور قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ تیس کے قریب جھوٹے دجّال آئیں گے اور ہر کوئی دعوے دار ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ علم قبض کر لیا جائے گا اور زلزلے بکثرت ہوں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق آپ ﷺ کے بعد، قریبی زمانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگیں ہوئیں اور اُن دونوں کی دعوت بھی ایک تھی پھر جھوٹے مدعیانِ نبوت بھی اس دور سے ہی جاری ہیں اور آج قحط الرجال کے دور میں اور علما کی وفیات کے ذریعے علم بھی اُٹھ رہا ہے، زلزلوں کا سلسلہ بھی کچھ عرصہ سے مخفی امر نہیں۔

اب اگر «لاتقوم الساعة» سے مراد قربِ قیامت والی 'صاحب مضمون' کی منطق تسلیم کر لی جائے تو اس صحیح حدیث میں مذکور تمام چیزوں کے اب تک وقوع کی نفی کرنے پڑے گی حالانکہ یہ واقع ہو چکی ہیں اور بعض مزید بھی ہوں گی۔ جبکہ صحیح انداز پر احادیث کو سمجھنے سے کسی حدیث کا انکار لازم نہیں آتا۔

الغرض یہ بات واضح ہے کہ جس طرح اس حدیث میں مذکورہ واقعات بعد کے معاملے نہیں، اسی طرح قبائل کا مشرک ہو جانا یا اُمت میں شرک کا وجود بھی بعد کا معاملہ نہیں۔

---

1 صحیح بخاری: ۷۱۲۱

بعض لوگوں نے آج بھی جس طرح نبی اکرم ﷺ کے حقوقِ اطاعت و اتباع اپنے ائمہ کو دے رکھے ہیں، اسی طرح حقوقِ الٰہی کو بھی بعض دوسرے لوگ تقسیم کرکے شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اُمت کا عظیم طبقہ توحیدِ خالص پر کل بھی قائم تھا، آج بھی قائم ہے اور قائم رہے گا۔ ان شاء اللہ!

جس پیغمبر نے شرک کی جڑیں کاٹی تھیں، اس متبع وحی پیغمبر ﷺ نے ہی پیش گوئی فرمائی تھی۔ «لترکبن سنن من کان قبلکم» تم ضرور پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔[1] اس حدیث کے سیاق میں ذاتِ انواط یعنی درختوں کو متبرک سمجھ کر اسلحہ لٹکانے کا ذکر ہے اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے "إله" معبود بنانے سے تعبیر کیا اور وہ معبود بنانا پہلی اُمتوں کا شرک تھا جس کے متعلق واضح کیا کہ تم شرک میں پہلی اُمتوں کی پیروی کرو گے اور آج اس طرح کے معاملات کرنے والے بہت سے لوگ ہیں جن پر فتویٰ شرک صادر ہوتا ہے۔ لیکن تعجب ہے ایسے نام نہاد مفکرین پر جو کہتے ہیں کہ پہلی اُمتوں جیسی شرک کی بیماری اس اُمت کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔

توحید و شرک کے پیمانوں میں تعریف کے ذریعے تبدیلی

شرک کی مذمت سے بچنے اور اصلاحِ احوال کی فکر کرنے کی بجائے پیش نظر مضمون میں توحید و شرک کی تعریف ہی اس انداز سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بے شمار شرکیہ اعمال، شرک کے دائرے سے خارج ہو جائیں۔

چنانچہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفاتِ مخصوصہ اور حقوق و اختیارات میں یکتا و بے مثل مانا جائے۔'' جبکہ مضمون نگار کے بیان کے مطابق ''توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں کسی کو شریک نہ مانا جائے۔''

واضح رہے کہ یہ صرف توحیدِ اُلوہیت کی تعریف ہے جبکہ توحیدِ ربوبیت اور توحید اسماء و صفات اس تعریف سے خارج نظر آرہے ہیں، لہٰذا یہ تعریف ناقص ہے۔ پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ معیارِ اُلوہیت بھی یہ مقرر کیا گیا ہے کہ کسی کو واجب الوجود اور مستحق عبادت سمجھا جائے، اور واجب الوجود وہ ذات ہے جس پر کبھی نہ عدم آیا ہے، نہ آسکتا ہے۔ اور شرک

---

1 مسند حمیدی: ۸۴۸، مسند احمد: ۲۱/۵، سنن ترمذی: ۲۱۸۰

تب ہی ہو گا جب کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت سمجھا جائے۔[1]

حقیقتِ حال: یہ ہے کہ توحید کی یہ تعریف انتہائی ناقص اور ناکافی ہے۔اگر اس تعریف کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر علما اور پیروں کو ربّ بنانے والے بھی موحد ثابت ہوں گے، جبکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾[2]

''اُنہوں نے اپنے علما اور پیروں کو اللہ کے سوا ربّ بنالیا ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی کو ربّ بنا لینا شرک ہے اور عیسائی لوگ اپنے علما اور پیروں کو نہ واجب الوجود سمجھتے تھے اور نہ مستحق عبادت بلکہ محض ان کی خلافِ شریعت اطاعت کرتے تھے، لیکن قرآنِ مجید نے اسے ربّ بنانے سے تعبیر کیا ہے۔اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس خود ساختہ تعریف کے مطابق تو غیر اللہ کو ربّ بنانے والے بھی موحد ہی قرار پائے۔

کیا مدد گار ہونا معیار اُلوہیت نہیں؟

اپنے خود ساختہ عقائد و نظریات کو کمزور دلائل کی بیساکھی دیتے ہوئے مضمون نگار نے یہ بھی کہا کہ ''معیارِ اُلوہیت مدد گار ہونا نہیں''[3] یعنی توحید کے تقاضوں میں یہ بات شامل نہیں کہ اللہ کو اکیلے اور یکتا مشکل کشا سمجھا جائے۔

تبصرہ: یہ بھی مفہوم قرآن سے عدم دلچسپی یا چشم پوشی کا نتیجہ ہے وگرنہ بیسویں پارے کی ابتدائی آیات میں واضح طور پر خالقیت، مدبر الامور ہونا، لاچاروں کی پکار سن کر مشکل کشائی اور خشکی و پانی کی تاریکیوں میں راہنمائی اور قیامت کے دن دوبارہ جمع کرنے اور آسمان و زمین کے رزاق ہونے کو ہی معیارِ اُلوہیت قرار دیا گیا ہے۔[4]

ایک حنفی عالم طاہر چشتی لکھتے ہیں:

إن العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق الله تعالىٰ وحده[5]

---

١ زیر نظر مضمون: اُمتِ توحید اور پندرھویں صدی، روزنامہ پاکستان ۷/ اپریل ۲۰۱۲، قسط نمبر ۲

٢ التوبۃ:۳۱

٣ حوالہ نمبر ۱، کالم نمبر ۳

٤ النمل:۶۰ تا ۶۴

٥ مجمع بحار الانوار: ۲/ ۴۴۸

''بیشک عبادت کرنا، حاجات طلب کرنا اور مدد طلب کرنا صرف اللہ کا حق ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مشکل کشا اور مددگار ہونا معیارِ اُلوہیت ہے۔ لیکن روزنامہ 'پاکستان' کے مضمون نگار نے مافوق الاسباب اور تحت الاسباب مدد لینے کی مثالیں پیش کرکے مشکل کشائی اور دستگیری کے مسئلے کو الجھانے اور خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تحت الاسباب اور فوق الاسباب مدد لینے کی تقسیم قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ تحت الاسباب کسی سے تعاون لینا تو شریعت میں مطلوب ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ﴾[1]

''اور تم نیکی کرو اور تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''

اور مافوق الاسباب تو ربّ کے سوا کسی کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ ﴾[2]

''کیا ایسے لوگوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں جو اُن کی مدد کرسکتے اور نہ اپنے آپ کی مدد پر قادر ہیں۔''

رہا بدر میں فرشتوں کا مدد کے لیے آنا تو وہ بھی اللہ کی مدد تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ﴾[3]

''اور تحقیق اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی۔''

سورۂ انفال میں واضح فرمایا کہ مؤمنوں نے اللہ کے سوا رسولوں یا ولیوں یا فرشتوں سے مدد نہیں مانگی تھی۔ جبکہ آج کل ان ہستیوں سے مدد کے لیے بہ کثرت نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک فرمایا:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ ﴾[4]

''جب تم اپنے ربّ سے مدد مانگ رہے تھے اس نے قبول کیا کہ بیشک میں ایک ہزار

---

۱ سورۃ المائدۃ:۲
۲ سورۃ الاعراف:۱۹۱، ۱۹۲
۳ سورۃ آل عمران:۱۲۳
۴ سورۃ الانفال:۹

یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔"

اور اس سے اگلی آیت میں واضح کر دیا کہ مدد صرف اللہ کی طرف سے تھی۔ جب مدد اللہ کی تھی تو فرشتوں کا آنا تحت الاسباب تھا، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فرشتوں کو مددگار سمجھ کرانہیں پکارنا شروع کر دیا جائے۔

ایک لمحے کے لیے اگر جلالی صاحب کی بیان کردہ توحید کی تعریف تسلیم بھی کرلی جائے تو تب بھی آج بہت سے لوگ شرک میں مبتلا ہیں۔ آج مزارات کے متعلق یہ اشعار لکھے جاتے ہیں: "ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے" (دیوانِ محمدی)

مزاروں کے طواف ہوتے ہیں، اُنہیں نذر و نیاز کے لائق سمجھا جاتا ہے، حج آستانوں پر ہوتے ہیں، جو افراد ان خرافات میں مبتلا ہیں وہ اولیا و اکابرین کو اُن کا مستحق سمجھ کر یہ کام کررہے ہیں۔ جب مستحق سمجھ لیا تو ان کی تعریف کے مطابق وہ مشرک ہوگئے۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ شرکِ اکبر اس اُمت کا پرابلم نہیں، باطل ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں شرک ایک بڑا ہی اہم مسئلہ ہے جس کی فکر ضروری ہے!!

دیگر شبہات اور ان کا ازالہ

پیچھے اُمتِ مسلمہ میں شرک کے وجود پر پیش کردہ دلائل سے یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ شرک ایک بڑا خوف ناک مسئلہ ہے اور ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے پیشِ نظر مضمون کے قلم کار جناب ڈاکٹر آصف اشرف جلالی صاحب نے پہلے تو اُمت محمدیہ میں شرک کے عدم امکان کے خود ساختہ دلائل پیش کئے، پھر شرک کی تعریف اس طرح پیش کی جس سے اکثر و بیشتر شرک کی صورتیں از خود ہی توحید قرار پانے لگیں۔ اپنے مضامین میں اُنہوں نے پھر شرک کی بعض پائی جانے والی صورتوں کی نت نئی توجیہات پیش کی ہیں تاکہ شرک کی مروّجہ صورتوں کے متعلق حساسیت ختم ہو کر رہ جائے اور اُمت اسی گمراہی کا ہی شکار رہے۔ ذیل میں ایسی صورتوں کو ایک ایک کرکے پیش کیا جاتا ہے:

① **برابری سے شرک:** ان مضامین میں یہ شبہ بھی پیدا کیا گیا کہ شرک اسی وقت لازم آتا جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرح محتاج نہ مانا جائے یا پھر اللہ تعالیٰ کو اللہ کے بندوں کی طرح مشکل کشائی میں کسی کا محتاج مانا جاتا۔[1]

---

1 زیر نظر مضمون: قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۳

تبصرہ: اگر مذکورہ بات کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر مکے کے مشرک بھی پکے موحد ثابت ہو جائیں گے کیونکہ مشرکین مکہ بھی جن بندوں، فرشتوں یا جنات کو پکارتے تھے، اُن کی نذرونیاز کرتے تھے۔ وہ بھی ان کو اللہ کی طرح غیر محتاج یا اللہ کو ان کی طرح محتاج نہیں مانتے تھے۔ درج ذیل آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾[1]

''بے شک اللہ کے علاوہ جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مثل بندے ہیں۔''

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ ﴾[2]

''اب تم ذرا بتاؤ تم نے کبھی اس لات، اس عزیٰ اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور کیا۔''

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلاتا تھا۔''[3]

یہ حقیقت تھی ان بتوں کی جن پر فتوائے شرک لگانے پر تو ڈاکٹر آصف جلالی (مضمون نگار) بھی متفق ہے۔[4] اُن کے پیچھے بھی تصور نیک ہستیوں کا تھا اور بعض مقربین بھی تھے۔ اگر ان پر فتویٰ شرک لگتا ہے تو اِن پر بھی لگے گا لہٰذا موصوف کا اُن کو بت کا نام دے کر اللہ کے دشمن قرار دینا کوئی قرین انصاف نہیں بلکہ قرآن و سنت سے روگردانی ہے۔

④ **حقیقی اور مجازی کی تعریف:** یہ شبہ بھی پیش کیا گیا کہ اُلوہیت مجازی نہیں ہوتی کسی کو مجازی طور پر اللہ نہیں کہہ سکتے لیکن مددگار کہہ سکتے ہیں اور مشکل کشائی کا مجازاً بندے کو مظہر بنایا جاسکتا ہے۔

تبصرہ: اگر آج کے جدید مفکر صاحب کی یہ حقیقی اور مجازی کی تقسیم مان لی جائے تب تو ان کے نزدیک عرب کے مشرکوں کو بھی عقیدہ توحید کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا۔ ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ اوپر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ وہ بھی بزرگ ہستیوں کو مافوق الاسباب نہیں پکارتے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے، ان کی نذر و نیاز کرتے تھے وہ انہیں غیر مستقل اور مجازی سمجھتے تھے جبکہ حقیقی اللہ کو باقیوں کو ماتحت سمجھتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے

---

1 الاعراف:۱۹۴

2 النجم:۱۹، ۲۰

3 ابن کثیر:۴/ ۲۶۷

4 زیر نظر مضمون: قسط نمبر ۳، کالم نمبر ۲

کہ اللہ نے انہیں اِذن اور اختیارات دے رکھے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے: "لبیك لا شریك لك" نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تمہاری ہلاکت ہو، اسی پر کفایت کرو؛ لیکن وہ کہتے "إلا شریکًا هو لك تملکه وما ملك" اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جو اس شریک کے اختیار میں ہے۔"[1]

اس سے واضح ہوا کہ جو عقیدہ جلالی صاحب پیش کررہے ہیں کہ اللہ بزرگانِ دین کو مشکل کشائی کا مظہر بنا دیتا ہے، وہی عرب کے مشرکین کا تھا کہ یہ حقیقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجازاً اُن کو اس بات کا مظہر بنا دیا ہے۔ اگر وہ مشرک تھے تو یہ عقیدہ رکھ کر آج کیسی توحید باقی رہے گی؟

③ **بتوں اور بزرگوں میں فرق:** ایک شبہ یہ بھی ڈالا گیا ہے کہ "قرآن مجید میں بتوں کو وسیلہ بنانے والے بتوں کے پجاریوں کی مذمت کی گئی ہے۔ بت اللہ کے دشمن ہیں اوران کی عبادت کرکے ربّ کے قرب کا ذریعہ سمجھنا شرک ہی شرک ہے جبکہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی یعنی پیر واولیا تو اللہ کے محبوب و مقرب ہیں، یہ اللہ کے دشمن بتوں کی طرح نہیں۔

حالانکہ پہلے واضح ہوچکا ہے کہ مشرکین عرب بتوں کے علاوہ بھی نیک ہستیوں کو پکارتے تھے اور اُن کو وسیلہ بناتے تھے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ ﴾[2]

"آپ فرمادیں! اُنہیں پکارو جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ تم سے تکالیف دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ

---

۱ صحیح مسلم: ۱۱۸۵

۲ سورۃ الاسراء: ۵۶، ۵۷

تو خود ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

اس آیت سے واضح ہوا کہ مشرکین مقبول بندوں کو پکارتے تھے اور اسی آیت کی تفسیر میں نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے وضاحت کر دی ہے کہ مقبول بندوں سے ان کی مراد ملائکہ، عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ تھے۔ لہٰذا مضمون نگار کا بتوں اور مقبولان بارگاہ ایزدی کا فرق کر کے دونوں میں جُدائی کرنا بے معنٰی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ بزرگوں کو وسیلہ بنانے اور فوت شدگان کو قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے مشرک تھے تو یہ شرک آج بھی موجود ہے۔ اور رہا یہ مسئلہ کہ وہ عبادت کرتے تھے، تو آج بھی نذر و نیاز ہوتی ہے اور دیگر عبادات والے افعال بزرگوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: "اکثر عوام فوت شدہ لوگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اُن کے مزارات پر روپے پیسے، موم بتیاں اور تیل لے جاتے ہیں۔ یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے۔"[1]

مزید علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے نذر کے حرام ہونے پر اُنہوں نے دلائل دیتے ہوئے لکھا ہے: "کیونکہ نذر ایک عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں۔"[2]

اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ عبادت بھی آج بزرگوں کی ہو رہی ہے، لہٰذا مضمون نگار کے نزدیک ایسے افراد پر فتویٰ صادر ہو گا جب یہ فتویٰ شرک صادر ہوا تو شرک کی نفی چے معنی دارد!

④ **وسیلہ کی عدم ممانعت سے دلائل:** یہ شبہ بھی بڑا عجیب ہے کہ قرآنِ مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں جس میں مقبولانِ بارگاہ ایزدی کو اللہ کے درمیان وسیلہ بنانے سے روکا گیا ہو اور ساتھ یہ دعویٰ بھی کر دیا گیا کہ کسی آیت یا حدیث میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ وسیلہ بنانے کا حکم اور اجازت ہے۔[3]

تبصرہ: جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن میں مشرکوں کے وسیلے کی مذمت ہے تو جب وہ

---

۱ شرح صحیح مسلم: ۴/ ۵۳۹

۲ شرح مسلم: ۴/ ۵۳۹

۳ مضمون اُمتِ توحید اور پندرھویں صدی، قسط نمبر ۳، کالم نمبر ۲

بزرگوں کو وسیلہ بناتے تھے تو گویا اس طرح ممانعت خود بخود تسلیم کرلی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دلیل منع کی نہیں بلکہ ثبوت کی چاہیے اور انہوں نے جو حکم کا دعویٰ کیا کہ ہمیں اولیا و فوت شدگان کو وسیلہ بنانے کے حکم پر کوئی آیت یا حدیث نہیں ملی تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جو کسی صاحبِ علم کو زیب نہیں دیتا۔

⑤ **بت اور قبر میں فرق کی کوشش:** زیرِ نظر مضمون میں بت اور قبر میں فرق کی بات کی گئی لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر قبر پر بھی عبادت والے کام ہوں تو وہ بھی بت بن جاتی ہے اور اس میں اور مورتی میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں رہتا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے دعا کی تھی: «اللهم لا تجعل قبري وثنًا يعبد»[1]

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے''

اس سے واضح ہوا کہ قبر بھی بت بن جاتی ہے۔

⑥ **صفات میں مشابہت:** تیسری قسط میں یہ کہا گیا کہ تقریباً ساٹھ آیات ایسی ہیں کہ جن میں ایک ہی وصف اللہ کے بارے میں اور اللہ کے بندوں کے بارے میں بھی موجود ہے اور اللہ کے بارے میں اور لحاظ سے اور بندوں کے بارے میں اور لحاظ سے ہے۔ گویا بندوں میں بھی اللہ کے اوصاف پائے جاسکتے ہیں اور اس سے شرک لازم نہیں آتا۔

تبصرہ: لفظی مشابہت سے دونوں میں برابری نہیں ہوتی۔ یہ اپنے اپنے لحاظ سے علیحدہ استعمال ہے۔ اللہ کا سمیع ہونا اور مخلوق کا سمیع ہونا برابر نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک وقت میں دنیا جہاں کی سنتا ہے، دور ونزدیک سے سنتا اور سمجھتا ہے اور کوئی مخلوق انسان، بہ یک وقت دو انسانوں کی گفتگو کو سن کر سمجھنے پر قادر نہیں، کجا یہ کہ وہ تمام مخلوقات کی التجائیں سنے۔ معلوم ہوا کہ خالق ومخلوق کی صفات میں کوئی مشابہت نہیں۔

دراصل قیاسات کرکے اللہ کی قدرت کو انسانوں کی محدود صلاحیتوں پر قیاس کرلیا جاتا ہے جو کسی عالم کو زیب نہیں اور پھر عقیدے کے مسئلے میں قیاسات کرنا بھی اُصولِ دین سے بے خبری ہے۔ مزید برآں اس سے زیادہ افسوس ناک صورت حال تو یہ ہے کہ جن خدائی صفات کا مظہر اور حامل آج بزرگانِ دین واولیا کو سمجھا جاتا ہے، ان کی لفظی مشابہت پر بھی کوئی دلیل موجود نہیں مثلاً غوث، دستگیر، لجپال، داتا، گنج بخش، غریب نواز وغیرہ تو ان صفات

1 مسند حمیدی:۱۰۲۵، مسند احمد:۲/۲۴۶، عبدالرزاق:۸/۴۶۴، موطا مالک:۴۱۹

کے بزرگوں کی طرف انتساب کی بھی تو کوئی دلیل ہونی چاہی تھی۔

سید علی ہجویری تو اس کی تردید کرتے ہیں کہ

"خلقت تجھے گنج بخش اور داتا کہتی ہے جبکہ رنج بخش اور گنج بخش ذاتِ حق ہی ہے۔

آگے لکھتے ہیں کہ "شرک مت کر جب تک زندگی بسر کرے۔" وحده لا شريك له "یعنی وہ ذاتِ حق ہر طرح یکتا ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں"[1]

واضح ہوا کہ بزرگانِ دین بھی سمجھتے تھے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو ان اَوصاف کا حامل سمجھنا درست نہیں اور وہ شرک پر جری کرنے کی بجائے اُمت کو شرک سے ڈراتے تھے۔

⑦ **آثارِ مقدسہ پر حاضری اور تبرک کے لیے سفر:** ان مضامین میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کے آثارِ مقدسہ پر حاضری برکت کے حصول کے لیے جانا صحابہ کا عقیدہ تھا۔ اسلئے آج بھی آثار مقدسہ کا تبرک کیلئے سفر درست ہے۔

تبصرہ: ان دلائل پر ذرا غور کیا جائے تو وہ ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ کا مصداق ہیں۔ کسی سفر پر جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں محبتِ رسول ﷺ کا اظہار کرنا اور چیز ہے اور بالخصوص اسی مقصد کے لیے سفر کرنا اور دعاؤں کی قبولیت کے لیے وہاں جانا اور بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آثار و تبرکات میں سے جن زیارات کا ثبوت مل جائے، اُن کا انکار نہیں، لیکن ضعیف روایات کے ذریعے اتنے حساس مسائل میں کمزور استدلال کرنا کسی صاحب علم کو رَوا نہیں۔

اس حوالے سے پیش کئے گئے دلائل میں نابینا صحابیؓ عتبان بن مالک کا واقعہ پیش کیا گیا ہے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کو گھر بلا کر نماز کی درخواست کی تا کہ اس جگہ کو جائے نماز بنالوں تو اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ اور عبداللہ بن عمرؓ جن آثارِ نبویہ پر نماز پڑھتے تھے، وہ خاص اس مقصد کے لیے سفر کر کے نہیں جاتے تھے بلکہ عمل حج اور سفر مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کا حق ادا کرتے تھے۔

اور جس دلیل سے دعاؤں کی قبولیت کے لیے بزرگوں اور نیک ہستیوں کے آثار والی جگہ کی طرف سفر کا استدلال کیا گیا ہے وہ روایت ہی ضعیف ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

1 کشف الاسرار: صفحہ ۹ ... تصوف ایڈیشن

"غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا مانگی، جو بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان قبول ہوئی اور جب بھی مجھ پر کوئی مشکل مرحلہ آیا، میں نے بدھ کے دن اسی وقت میں دو نمازوں کے درمیان مسجد فتح میں جا کر دُعا کی، ہر بار میری دعا قبول ہوئی اور مجھے پتہ چل گیا۔"[1]

اس روایت کی سند میں کثیر بن زید راوی ہے جس کے متعلق امام ابو حاتم نے لکھا ہے:

"یہ راوی قوی نہیں۔"[2]

اور مسند احمد کے محققین کی جماعت نے بھی راوی کثیر بن زید کی وجہ سے اس کو روایت ضعیف قرار دیا ہے۔[3] جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو مزارات کے لیے رختِ سفر باندھ کر وہاں سے فیض حاصل کرنے کا عقیدہ بھی بے بنیاد ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے جن واقعات کا سہارا لیا گیا یا تو وہ ضعیف قصے ہیں یا اس موضوع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بلکہ بے جا تکلّف کرتے ہوئے ان سے مطلب کی باتیں نکالی گئی ہیں۔ اس قسم کے دلائل پر عقیدہ کی پختہ عمارت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ ان روایات کے بارے میں مزید تفصیل ملاحظہ ہو:

① بلال بن حارث کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ اُنہوں نے دورِ فاروقی میں روضۂ رسول ﷺ پر جا کر مدد چاہی۔[4]

اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے اور عن سے بیان کر رہا ہے۔ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ جمہور محدثین کے مذہبِ مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔[5]

② محمد بن منکدر تابعی کے متعلق لکھا ہے کہ اُنہوں نے کہا: مجھ پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو میں رسول اللہ ﷺ کی قبر سے استعانت کرتا ہوں۔[6]

---

1 الادب المفرد از امام بخاری: ۵۵۸، مسند احمد: ۱۴۶۱۷، وفاء الوفا: ۳/ ۳۹
2 الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۷/ ۲۰۴
3 الموسوعۃ الحدیثیہ مسند احمد بن حنبل: ۲۳/ ۴۲۵
4 البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۹۸
5 فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۲۴۵، ۲۶۶
6 سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۱۵۹

یہ قصہ بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں اسماعیل بن یعقوب تیمی راوی ہے۔ سیر اعلام النبلا کے مؤلف امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال[1] پر اس راوی کے متعلق لکھا ہے کہ ابوحاتم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ امام مالک سے ایک منکر حکایت بیان کرتا ہے اور سیر اعلام النبلا کے محقق شعیب ارناؤط نے لکھا ہے کہ اس قصے کی سند ضعیف ہے۔[2]

③ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی جماعت کے ساتھ علی الرضا کی قبر پر گئے اور تواضع سے کھڑے رہے۔[3]

اس سے تو قبر کی زیارت کا ثبوت ملتا ہے، اس واقعے میں نہ خاص سفر کا تذکرہ ہے اور نہ کوئی خرافات... لہٰذا یہ مدعا کے مطابق نہیں۔

④ چوتھی صدی میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے امام علی الرضا کی قبر شریف کی حاضری کو ہر مشکل کا حل قرار دیا ہے۔[4]

یہ بہت بڑا دھوکہ ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ پر الزام ہے کہ انہوں نے قبر کی حاضری کو ہر مشکل کا حل قرار دیا۔ بلکہ اُنہوں نے تو یوں فرمایا:

دعوت الله عزوجل إزالتها عني إلا استجيب لي وزالت عني تلك الشدّة[5]

"میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی میری دعا قبول کی گئی اور میری تکلیف دور ہو گئی۔"

اُنہوں نے تو اللہ سے دعا کو مشکلات کے حل کا ذریعہ بنایا ہے۔

⑤ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر بعض لوگوں کا تبرک لینے والا عمل[6] کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ یہ نہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا، نہ ان کا حکم تھا اور نہ ہی ان کا عمل تھا۔ اگر بعض الناس کے عمل سے کوئی عقیدہ ثابت ہوتا ہے تو جو کچھ جاہل عوام مزارات پر اس دور میں کر رہے ہیں کیا اُنہیں بھی آپ کے عقائد میں شمار کر لیا جائے؟

---

۱ ۱/۲۵۴، ۹۶۹

۲ سیر اعلام النبلاء، محقق: ۵/۳۵۹

۳ تہذیب التہذیب: ۴/۶۵۷ بحوالہ مضمون قسط نمبر ۴

۴ کتاب الثقات: ۵/۳۲۵

۵ الثقات: ۸/۴۵۷ طبع فاروق الحدیثہ

۶ البدایۃ والنہایۃ: ۱۴/۵۵۲، ۵۵۳، بحوالہ مضمون قسط نمبر ۴

دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت بھی اُمت کا بہت بڑا مسئلہ ہے، لیکن ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف اس کو ہی اُمت کا مسئلہ نہیں بتایا گیا۔ ہاں آج اُمت میں یہ بیماری بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر کی سنگین بیماری بھی ہے۔ لہٰذا اُمت کے مسائل کا حل یہ ہے کہ ہر اس بیماری سے بچا جائے جو عقیدہ توحید کی خالص عمارت کو نقصان پہنچا رہی ہے اور دعوتِ توحید پر اثر انداز ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ آخرت کی فکر بھی ضروری ہے۔

مضمون کے بعض داخلی تضادات

آخری گزارش ہے کہ آدمی کو اپنے عقیدہ و عمل میں کتاب و سنت سے تمسک کرنا چاہیے وگرنہ آدمی تضادات کی قلابازیاں کھاتا ہے جس کے نمونے جلالی صاحب کے ان زیر نظر مضامین میں جابجا ہیں۔ آخر میں مضمون کے ان داخلی تضادات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مضمون نگار ایک جگہ لکھتے ہیں:

① شرک ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ (قسط نمبر ۱، کالم نمبر ۳)

اور دوسری جگہ اس کے برعکس راقم ہیں:

"اس کا یہ مطلب نہیں کہ شرکِ جلی کا امکان نہیں۔" (قسط نمبر، کالم نمبر ۲)

اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں:

"قبائل کے مشرک ہو جانے کا ذکر بعد کا معاملہ ہے۔" (قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۱)

② آگے جا کر اس کے برخلاف لکھتے ہیں:

③ اگر بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ (قسط نمبر ۲، کالم نمبر ۳)

④ محبوبانِ الٰہی کو معبود بنا کر قربِ ایزدی کا وسیلہ بنانے والے پر فتویٰ لگے گا۔ (قسط نمبر ۳، کالم نمبر ۲)

نتیجہ یہ نکلا کہ شرک کے عدم وجود کا دعویٰ انہی کی تحریر سے ردّ ہوتا نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر

محمد بن عبد الوہاب اور اُن کی تحریک کے عقائد

اُن کے مراسلات وخطابات کے آئینے میں!

اصطلاحاً 'وہابی' نام رکھنا، نسبت و اعتقاد کے لحاظ سے اسی طرح غلط ہے جس طرح شیخ محمد اور ان کے متبعین کی طرف منسوب نظریات غلط تھے اور اُن لوگوں نے اس سے برات ظاہر کی۔ سلفی عقیدے کے متلاشی دین اسلام کے دونوں سرچشموں: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کا مقصد زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، اس لیے یہ لقب ان لوگوں کے لیے ناگوارِ خاطر نہیں ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس لقب سے انہیں ملقب کیا گیا ہے، وہ محض ایک بہتان ہے جو بحث و مناظرے میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لوگ اس روشن راہ کے راہی ہیں جس پر سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑا جس کی رات بھی دن کی طرح ہے، ہلاک ہونے والا ہی اس راہ سے بھٹکے گا، یہ راہ آپ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر سے صحت وسند پر اطمینان کے بعد اختیار کی گئی ہے۔

یہ عمران بن رضوان[1] ہیں، جو بیرونِ جزیرہ کے مسلمان اور اپنے شہر 'لنجہ' کے علما میں سے ہیں۔ جب اُنہیں یہ دعوت پہنچی اور اِس کی سچائی پر اُنہیں یقین ہوگیا تو ایک قصیدے میں اس کی مدح سرائی کی جس میں ذیل کا شعر بھی آیا ہے:

إن كان تابع أحمد متوهّبا   فأنا المقر بـأنني وهّابي

"اگر احمد مصطفی ﷺ کی پیروی کرنے والا وہابی ہے تو مجھے اپنے وہابی ہونے کا اعتراف ہے۔"

اور یہ شعر اُنہوں نے صرف اس لیے کہا ہے کہ 'وہابی' کا لقب بقول عراقی عالم محمد بہجت اَثری دشمنانِ اسلام کی خواہش پر رکھا گیا ہے۔ اسلام کے دشمنوں کا خیال تھا کہ عالم

---

1 موصوف خلیج عربی کے ساحل پر واقع ایرانی شہر 'لنجہ' کے علماء معززین میں سے تھے۔

اسلام ایک بے جان ڈھانچہ ہو گیا ہے، یقیناً سامراجی طاقتیں اس کی سرزمین، خزانوں، کانوں اور دیگر قدرتی وسائل پر قابض ہو جائیں گی، پس اس نئی دعوت کو جس کی گونج وسط جزیرہ نما عرب سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور اُنہیں ہلاکتوں سے بچانے کے لیے اُٹھی تھی، ایک فرقے کی شکل میں پیش کیا گیا تاکہ فرقوں کی تعداد میں ایک اور اضافہ ہو جائے۔ اسی لیے اسے 'وہابیت' کا لقب دیا گیا اور شہرت یافتہ ذرائع ابلاغ نے اس لقب کی اشاعت کی جس سے یہ لقب لوگوں میں زبان زدِ عام ہو گیا۔ حکومتِ عثمانیہ کو بھی یہ لقب بھلا لگا، چنانچہ اس نے اسے درویشوں اور شاہی خاندان کی درگاہوں اور خانقاہوں کے دستر خوان پر پلنے والوں کی زبان پر چالو کر دیا اور اس پر شبہات ڈالنے اور اس کی صورت مسخ کرنے میں بڑھ چڑھ کر کام کیا، بالخصوص اُس وقت جب اس کی اَہمیت بڑھ گئی اور اس کی بنیاد پر جزیرہ نمائے عرب میں مضبوط عربی اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔'[1]

وہابی تحریک کی نوعیت، دعوت اور اہمیت کو جاننے اور اُس کے خلاف اُٹھائے جانے والے شکوک وشبہات اور الزامات کے ازالے کے لئے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے دو خطوط کو یہاں پیش کرنا مناسب ہو گا...:

ایک شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا اہل قصیم کے نام خط اور دوسرا وہ خط جو شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے علماے مجمعہ میں سے تین کے نام بھیجا تھا، مگر یہاں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان دونوں خطوں کی حتمی تاریخ واضح نہیں ہے۔ اس خط میں شیخ محمد احمد سلفی رحمۃ اللہ علیہ دعوت کے سلسلے میں اپنا منہج واضح کرتے ہیں:

"جب میں شعبان ۱۴۰۷ھ میں موریتانیا گیا تو وہاں کے بعض علمانے اِفادہ عام کے لیے ان دونوں خطوں کا اضافہ کرنے کی درخواست کی تاکہ پڑھنے والے خود اپنی بصیرت کی روشنی میں حقیقتِ حال جان لیں اور صحیح نتیجے تک پہنچ سکیں۔"

ضروری وضاحت: شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے مطالعے سے پہلے یہاں شیخ کے ایک خط کی وضاحت ضروری ہے تاکہ قارئین کرام پر اصل حقیقت روشن ہو جائے۔ یہ خط اہل قصیم

---

۱ دیکھیے کتاب: محمد بن عبد الوهاب: داعية التوحيد والتجديد في العصر الحديث 'عصر حاضر میں توحید وتجدید کے داعی محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ': ص۱۶، ۱۷

کے نام ہے۔ ان لوگوں نے شیخ محمد رحمۃ اللہ سے ان کا عقیدہ دریافت کیا تھا تو اس استفسار کے جواب میں شیخ نے یہ مکتوب ارسال کیا۔ اسے اہل قصیم نے مقامی علمائے کرام کی خدمت میں اُن کی رائے جاننے کے لیے پیش کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مقامی علمائے کرام شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی تائید کر دیں گے تو وہ اسے قبول کر لیں گے، بصورتِ دیگر کنارہ کش رہیں گے۔

چنانچہ علمائے کرام نے شیخ کے خط کا بڑی احتیاط اور باریک بینی سے مطالعہ کیا اور شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اعلان کر دیا کہ وہ راہِ صواب پر ہیں۔ اس جانچ پرکھ اور تحقیق و تفتیش کے بعد اہل قصیم نے شیخ کی دعوت حق قبول کر لی۔ راہِ حق کے مسافروں کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔ یہی شان اور ذمے داری علمائے کرام کی بھی ہے کہ وہ معاملے کو علم و بصیرت اور دلیل و برہان کی روشنی میں دیکھیں اور ملامت گر کی ملامت سے بے خوف ہو کر سچائی کا اعلان کر دیں۔

اَب شیخ کے مکتوبِ گرامی کا مطالعہ فرمایئے۔ شیخ کے دوسرے خطوط بھی اسی طرح کے ہیں جو اِستفسار کرنے والوں کے جواب میں لکھے گئے۔ جس نے جب کبھی اپنے شک و شبے کا اظہار کیا اور شیخ سے سوال کر کے راہِ حق جاننی چاہی تو شیخ نے فوراً جوابِ باصواب مرحمت فرمایا۔ جس کے نتیجے میں لوگوں پر حقیقتِ حال کھل گئی اور اُنہوں نے شیخ کی دعوت قبول کر لی۔ انہوں نے شیخ کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو اللہ کی شریعت کے خلاف ہو یا ان مسلّمہ عقائد کے منافی ہو جن پر اُمتِ اسلامیہ کی بڑی شخصیات اعتقاد رکھتی ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اہل قصیم کے نام خط[1]

① جب اہل قصیم نے شیخ سے اُن کے عقیدے کے بارے میں دریافت کیا تو تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ کو، میرے پاس جو فرشتے حاضر ہیں، اُنہیں اور آپ لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں وہی اعتقاد رکھتا ہوں جو فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ رکھتا ہے، یعنی اللہ پر، اس

1 یہ خط شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے شخصی خطوط کی خصوصی قسم میں شائع کیا گیا ہے، جو ڈاکٹر محمد بلتاجی، ڈاکٹر سید حجاب اور شیخ عبد العزیز رومی کی تالیف ہے اور یہ پہلا خط ہے جو الدرر السنیۃ: ۱/۲۸ تا ۳۱ سے منقول ہے۔

کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھنے پر اور اچھی یا بُری تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں اور ایمان باللہ ہی میں سے ان تمام صفات پر بغیر حک و اضافہ، ایمان لانا بھی شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنی کتاب میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبان پر متصف کیا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مثل کوئی بھی نہیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ جن صفات سے اس نے اپنے آپ کو متصف کیا، ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتا، نہ اس کے کلمات کو اُن کی ٹھیک جگہ سے تبدیل کرتا ہوں۔ اس کے ناموں اور آیات میں کج روی نہیں کرتا۔ اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں، نہ اس کی صفات کو مخلوق کی صفات جیسی قرار دیتا ہوں کیونکہ وہ بلند و بالا ہے۔ اس کا کوئی ہم نام ہے، نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ مخلوق پر اسے قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اپنے آپ کو غیر سے زیادہ جانتا ہے۔ اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے اور اس کی بات سب سے زیادہ بہتر ہے، اس کی ذاتِ عالی ان تمام صفات سے پاکیزہ ہے جن سے کیفیت بیان کرنے والے اور تشبیہ دینے والے مخالفین اسے متصف کرتے ہیں، اس نے ان صفات سے بھی خود کو منزہ قرار دیا ہے جن کا رد و بدل اور حک و اضافہ کرنے والے منکرین انکار کرتے ہیں، اس کا ارشاد ہے:

﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾[1]

"پاک ہے آپ کا ربّ، جو بہت بڑی عزت والا ہے، ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں اور پیغمبروں پر سلامتی ہے۔"

اور فرقہ ناجیہ 'نجات پانے والا گروہ' اللہ تعالیٰ کے افعال کے بارے میں قدریہ اور جبریہ کے مابین معتدل ہے اور اللہ کی وعید کے بارے میں وہ لوگ فرقہ مرجئہ و جہمیہ کے مابین معتدل ہیں اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شیعہ اور خوارج کے مابین معتدل ہیں۔ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ اسی سے اس کی اِبتدا ہوئی اور اُسی کی طرف وہ لوٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اس کے ذریعے سے کلام کیا اور اپنے بندے، اپنے رسول، اس کی وحی کے اَمین، اس کے اور اس کے بندوں کے

1 سورۃ الصافات: ۱۸۰، ۱۸۱

درمیان اپنے سفیر، ہمارے نبی محمد ﷺ پر اسے نازل فرمایااور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے، اسے کر گزرنے والا ہے۔ اس کے چاہے بغیر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور کوئی چیز اس کی مشیت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں کوئی چیز اس کی تقدیر سے باہر نہیں ہے، نہ اس کی تدبیر کے بغیر پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو متعین تقدیر سے مُفر نہیں۔ لوحِ مکتوب میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔

میں موت کے بعد پیش آنے والی ہر اس چیز پر یقین رکھتا ہوں جس کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے۔ قبر کی آزمائش اور اس کی نعمتوں پر، اجسام میں رُوحیں لوٹانے پر ایمان رکھتا ہوں اور لوگ ربّ العالمین کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کھڑے ہوں گے۔ آفتاب اُن سے قریب ہوگا، ترازو قائم کی جائے گی اور اس سے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا جن کے ترازو کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ تو نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے ترازو کا پلڑا ہلکا ہوگیا، یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوئے۔ دفاتر پھیلا دیے جائیں گے، کوئی اپنا نامۂ اَعمال اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا اور کوئی اپنے بائیں ہاتھ میں لے گا، ان سب باتوں پر میرا ایمان ہے۔

میدانِ حشر میں ہمارے نبی ﷺ کے حوض پر میرا یقین ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کے ساغر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے، جو اس حوض سے ایک بار پانی پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاس نہیں محسوس کرے گا، میرا اس بات پر ایمان ہے کہ پل صراطِ جہنم کے کنارے پر رکھا جاچکا ہے، لوگ اس سے اپنے اپنے اَعمال کی حیثیت کے مطابق گزریں گے۔

میں نبی ﷺ کی شفاعت پر ایمان رکھتا ہوں اور اس بات پر بھی کہ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ صرف اہل بدعت اور گمراہ لوگ نبی ﷺ کی شفاعت کے منکر ہیں لیکن شفاعت اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بعد ہی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ﴾[1]

---

1 الانبیاء:۲۸

"وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کریں گے بجز اُن کے جن سے اللہ خوش ہو۔"

اور اِرشاد ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾[1]

"کون ہے جو اس کی اِجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔"

نیز اِرشاد فرمایا: ﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى﴾[2]

"اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ذرا بھی کام آنے والی نہیں، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اِجازت عطا کر دے۔"

اللہ تعالیٰ توحید ہی سے راضی ہو گا اور اہل توحید ہی کو اہل توحید کی سفارش کرنے کی اِجازت دے گا۔ رہے مشرکین تو شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ اِرشاد ربانی ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ﴾[3]

"انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی نفع نہ دے گی۔"

میرا اس بات پر ایمان ہے کہ جنت اور جہنم مخلوق ہیں۔ دونوں اس وقت موجود ہیں اور دونوں فنا نہیں ہوں گے۔ اہل ایمان قیامت کے دن اپنے پروردگار کو اُسی طرح اپنی نگاہوں سے دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند دیکھتے ہیں، اس کی دید سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ سارے نبیوں اور پیغمبروں پر مہر ہیں۔ کسی بندے کا ایمان، جب تک وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی نہ دے، صحیح نہ ہو سکتا۔ آپ ﷺ کی اُمت میں سب سے اَفضل اَبو بکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر اَہل بدر، پھر درخت والے اَصحابِ بیعتِ رضوان، پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

---

۱ البقرۃ: ۲۵۵

۲ النجم: ۲۶

۳ المدثر: ۴۸

میں اَصحابِ رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں، اُن کی خوبیاں دل میں یاد رکھتا ہوں اور زبان سے چرچا کرتا ہوں، اُنہیں راضی کرتا ہوں اور اُن کے لیے دعاے مغفرت کرتا ہوں، ان کی بُرائی کرنے سے باز رہتا ہوں، ان کے مابین جو نزاع ہوا، اس پر خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾[1]

"اور جو ان کے بعد آئے، وہ دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے لیے کینہ نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک تو نہایت شفیق اور مہربان ہے۔"

اس اِرشادِ باری پر عمل کرتے ہوئے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو مانتا ہوں۔ ہر بُرائی سے پاک اُمہات المؤمنین کے حق میں 'رضی اللہ عنہن' کہتا ہوں، اَولیا کی کرامت و کشف کا معترف ہوں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حق کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ جس چیز پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے، وہ اُن سے نہیں مانگی جائے گی، بجز اس کے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی ہے۔ میں مسلمانوں میں سے کسی اور کے لیے جنت و جہنم کی گواہی نہیں دیتا لیکن نیکوکار کے لیے رحمت کا اُمیدوار ہوں اور گناہ گار پر عذاب سے خائف ہوں۔ میں مسلمانوں میں سے کسی گناہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتا، نہ اسے دائرۂ اسلام سے خارج مانتا ہوں۔ ہر نیک و بد امام کے ساتھ جہاد کو جاری سمجھتا ہوں، ان کے پیچھے نماز باجماعت مباح جانتا ہوں اور جہاد محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر اس اُمت کے آخری فرد کی دجال سے جنگ کرنے تک باقی ہے۔ کسی ظالم کا ظلم اسے منسوخ کرے گا، نہ کسی انصاف پرست کا انصاف۔

نیک و بد ائمہ مسلمین کی اِطاعت کو میں واجب سمجھتا ہوں جب تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں اور جسے خلیفہ مقرر کر دیا گیا اور لوگ اس سے متفق اور راضی ہو گئے یا بزورِ طاقت اُن پر غالب ہو کر خلیفہ بن گیا، اس کی اِطاعت واجب ہے، اس کے خلاف بغاوت کرنا حرام

---

[1] الحشر: ۱۰

ہے۔ اہل بدعت سے قطع تعلق اور جدائی مناسب سمجھتا ہوں یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، اُنہیں مسلمان مانتا ہوں اور ان کا باطن اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ میں اسلام میں ہر نئی ایجاد کردہ چیز کو بدعت مانتا ہوں۔

اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ایمان زبان کے قول، اعضا و جوارح کے عمل اور دل کی تصدیق کو کہتے ہیں۔ ایمان اطاعت و فرماں برداری سے بڑھتا ہے اور نافرمانی سے گھٹتا ہے۔ اس کے ستّر سے کچھ زیادہ شعبے ہیں۔ سب سے بلند شعبہ "لا إلٰه إلا الله" کی گواہی دینا ہے اور سب سے نچلا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کا شریعتِ محمدیہ ﷺ کے تقاضے کے مطابق قائل ہوں۔

یہی میرا مختصر عقیدہ ہے جسے پریشان حالی میں تحریر کردیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو میرے خیالات سے آگاہی ہوجائے اور جو کچھ میں کہتا ہوں، اس پر اللہ میرا کارساز ہے۔

آپ لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو سلیمان بن سحیم کا خط پہنچا ہے اور آپ کے ہاں بعض کم علم اَشخاص نے اسے درست سمجھ لیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے جبکہ اللہ جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر ایسی باتوں کا اِلزام لگایا ہے جو میری زبان تو کجا میرے وہم و گمان سے بھی نہیں گزریں، جیسے: اُن کا یہ کہنا کہ میں مذاہب اَربعہ کی کتابوں کو منسوخ قرار دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کسی مذہب پر نہیں ہیں اور اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، تقلید کی مجھے ضرورت نہیں اور کہتا ہوں کہ علما کا اختلاف مصیبت ہے اور جو بزرگوں کا وسیلہ پکڑے، اسے کافر کہتا ہوں۔ بوصیری کو اس کے "یا أکرم الخلق" کہنے کی وجہ سے کافر گردانتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا قبہ ڈھانا میرے بس میں ہوتا تو میں اسے ڈھا دیتا اور میں قبر نبی ﷺ کی زیارت کو حرام کہتا ہوں اور آپ کے والدین وغیرہ کی قبر کی زیارت کا منکر ہوں۔ جو غیر اللہ کی قسم کھائے اسے کافر کہتا ہوں، ابن فارض اور ابن عربی کو کافر گردانتا ہوں۔ 'دلائل الخیرات' اور 'روض الریاحین' جیسی کتابیں جلا دیتا ہوں اور آخر الذکر کتاب کو روض الشیاطین کے عنوان سے موسوم کرتا ہوں۔ ان تمام مسائل کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں: ﴿ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ۝ ﴾ "یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔" ان سے پہلے لوگوں نے محمد ﷺ پر بہتان لگایا تھا کہ آپ ﷺ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور بزرگوں کو گالی

دیتے ہیں، ان لوگوں کے اور اُن لوگوں کے دل اِلزام لگانے اور جھوٹ بولنے میں یکساں ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ﴾[1]

''جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔''

یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ کذابوں نے رسالت مآب ﷺ پر بہتان لگایا کہ آپؐ کہتے ہیں: فرشتے، عیسیٰ اور عزیر جہنم میں ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ اِرشاد نازل فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴾[2]

'' بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی نیکی اور بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔''

رہ گئے دوسرے مسائل تو بے شک میں یہ ضرور کہتا ہوں: انسان جب تک "لا إله إلا الله" کے معنی سمجھ نہ لے، کامل طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جو میرے پاس آئے گا، میں اسے اس کے معنی سمجھا دوں گا۔ جب نذر سے غیر اللہ کے تقرب کی نیت ہو تو نذر ماننے والے اور نذرانہ قبول کرنے والے دونوں کو کافر کہتا ہوں۔ اور یہ کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا کفر ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔ یہ مسائل یقیناً برحق ہیں۔ میں ان کا قائل ہوں اور میرے پاس اُن پر کلامِ اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ اور جن علما کی اتباع کی جاتی ہے جیسے ائمہ اربعہ، ان کے اَقوال سے دلائل موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے گا، ان شاء اللہ ان سب کا تفصیلی جواب ایک مستقل رسالے کی شکل میں لکھوں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کو سمجھیں اور غور کریں:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ ﴾[3]

''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو۔''

۱ النحل: ۱۰۵

۲ الأنبیاء: ۱۰۱

۳ الحجرات: ۶

محمد بن عبد الوہاب کے بھائی سلیمان کا اپنے بھائی کی دعوت قبول کرتے ہوئے، اس سلفی دعوت کے اوصاف کا تذکرہ کرنا

④ مصباح الظلام کے مصنف نے سلیمان بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اپنے بھائی کے ردّ پر اعتراض کے بعد کہا:

اللہ کا احسان ہے کہ اس کتاب کا مسوّدہ تیار کرتے ہوئے سلیمان کے ایک ایسے خط کا پتہ چلا جس سے اُنہوں نے اپنے پہلے مذہب سے توبہ کرنے کی خوش خبری دی ہے اور اعتراف کیا ہے کہ حقیقتِ توحید و ایمان ان پر ظاہر ہوگئی اور جو گمراہی و سرکشی پہلے سرزد ہو چکی ہے، اس پر وہ نادم ہیں۔ اس خط کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلیمان بن عبد الوہاب کا برادرانِ احمد بن محمد تویجری اور احمد و محمد اولادِ عثمان بن شبانہ کے نام خط[1]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد!

اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ ہم پر اور تم پر اللہ نے اپنے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجی ہوئی شریعت کی معرفت کا جو اِحسان کیا اور اس کے ذریعے اندھے پن سے نکال کر بصیرت عطا فرمائی اور گمراہی سے نجات دلائی، یہ ساری باتیں تمہیں یاد دلاتا ہوں۔ ہمارے پاس درعیہ آجانے کے بعد تمہاری معرفتِ حق، اس پر تمہاری مسّرت اور اللہ رب العزّت کی حمد و ثنا جس نے تمہیں بچایا۔ یہ اُمور بھی تمہیں یاد دلاتا ہوں، الحمد للہ! جو بھی ہمارے ہاں آتا ہے، تمہاری تعریف کرتا ہے، اس پر اللہ کا شکر ہے۔ تمہیں دو خط بطورِ یاددہانی لکھ چکا ہوں۔

میرے بھائیو! حق کی مخالفت، شیطان کے راستے کی پیروی اور راہِ ہدایت کی اتباع سے روکنے کی جو کوشش ہم سے سرزد ہوئی تھی، وہ تمہیں معلوم ہے۔ اب یاد رکھو! ہماری زندگی کا تھوڑا حصہ باقی ہے، گنتی کے گنے چنے دن ہیں، سانس گنے جارہے ہیں۔ گمراہی کے لیے جو کچھ ہم نے کیا تھا، ضرورت ہے کہ اَب اس سے زیادہ ہدایت کے لیے کام کریں، وہ بھی صرف اللہ وحدہ لا شریک کی رَضا کے لیے، نہ کہ اس کے ماسوا کے لیے؛ شاید اللہ تعالیٰ

[1] دیکھیے مصباح الظلام از شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمٰن، ص: ۱۰۴ تا ۱۰۸

ہمارے اگلے پچھلے گناہ مٹادیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت جو ہاتھ زبان، دل اور مال سے ہوتا ہے، اس سے گناہوں کا جو کفارہ ہوتا ہے، وہ تم سے مخفی نہیں اور جس کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے، اس کا اَجر تم جانتے ہو، اس وقت جتنا کارِ خیر تم کرتے ہو، اس سے زیادہ کرنا اور اللہ کیلئے سچائی کے ساتھ کھڑے ہونا، حق کو بطورِ حق لوگوں سے بیان کرنا اور پہلے تم جس ضلالت و گمراہی پر تھے، اسے صراحت سے بیان کرنا مطلوب ہے۔

اے میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو، اللہ کا خوف کرو، اگر ہم ویرانوں میں نکل جائیں، اللہ کے آگے گڑگڑائیں، اس کے سامنے دستِ دعا بلند کریں اور لوگ ہمیں پاگل ٹھہرائیں تو یہ بھی ہمارے لیے کم ہے کیونکہ ہمارا گناہ اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

تم اپنی جگہ پر دین و دنیا کے سردار ہو، شیوخِ قبائل سے زیادہ باعزت ہو اور سارے عوام تمہارے پیروکار ہیں، اس پر اللہ کا شکر اَدا کرو۔ ممنوعاتِ شریعت میں سے کسی چیز کا اِرتکاب نہ کرو۔ تم جانتے ہو کہ فریضہ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر اَدا کرنے والوں کو ناپسندیدہ اُمور ضرور پیش آتے ہیں۔ میں اس پر تمہیں صبر کی نصیحت کرتا ہوں جس طرح اللہ کے نیک بندے لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی، اللہ ہی کے لیے محبت کرنے اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھنے سے بڑھ کر کوئی حق نہیں، اللہ کے لیے دوستی کرو اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کرو۔

اس راہ میں تمہیں کچھ شیطانی خیالات پیش آئیں گے، مثلاً یہ کہ بعض لوگ خود کو اس دین کی طرف منسوب کریں اور شیطان آپ کے دل میں ڈالے کہ یہ سچا نہیں ہے بلکہ دنیا کا خواہش مند ہے، حالانکہ یہ ایسی بات ہے جس سے صرف اللہ تعالیٰ باخبر ہے، لہٰذا جب کسی کا ظاہر اچھا ہو تو اسے تسلیم کرو اور اس سے دوستی رکھو۔ جب کسی کا ظاہر بُرا ہو اور وہ دین سے پیٹھ پھیر رہا ہو تو اس سے دشمنی رکھو اور اس سے نفرت کرو، اگرچہ وہ تمہارا بڑا محبوب ہی ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلا شرکت غیرے صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اپنی رحمت سے ہمارے لیے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس نے ہمیں ہمارے اصل مقصد سے روشناس کرایا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا۔

سب سے بڑی بات جس سے اس نے ہمیں منع کیا، وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور اللہ والوں سے دشمنی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق بیان کرنے اور باطل ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ جو شخص ہدایت پکڑے، وہ تمہارا بھائی ہے، اگرچہ وہ بہت بڑا دشمن ہی ہو اور جو صراطِ

مستقیم سے پیٹھ پھیرے، وہ تمہارا دشمن ہے، چاہے وہ تمہارا بیٹا یا بھائی ہو۔

الحمدللہ! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے تم لوگوں سے کہا ہے، اسے تم جانتے ہو، پھر بھی یہ بات تمہیں از سر نو یاد دلائی ہے، اس لیے اب اسے مکمل طور پر بیان کرنے سے جس میں کوئی التباس نہ ہو، تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔ ہاں تمہاری مجلسوں میں ہم نے اور تم نے پہلے جو کچھ کہا، اسے برابر یاد رکھنا۔ باطل کا ساتھ چھوڑ دینے اور حق کا بھرپور ساتھ دینے سے زیادہ کوئی بر حق نہیں، نہ اس سے تمہیں کوئی عذر مانع ہے کیونکہ آج دین و دنیا دونوں الحمدللہ اس سے متفق ہیں۔

ذرا یاد کرو، پہلے تم دنیاوی معاملات میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا تھے، ظالموں اور فاسقوں کی زیادتیاں سہہ رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے دین کے ذریعے یہ ساری مصیبت دور فرمائی اور تمہیں سیادت و قیادت کا رتبہ عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کا احسان اور عالی قدر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی دعوتِ حق کا اثر ہے۔ ایک مسئلے پر غور کرو جس سے ہم ناواقف ہیں کہ اس اسلامی دعوت کے پھیلنے سے قبل فاسد عقائد والے بدؤوں پر اسلامی احکام کے حاملین ہونے کا اطلاق کیا جاتا تھا جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مرتد ہو جانے والے بدوؤں سے جنگ کی، حالانکہ ان میں اکثر اسلام کے نام لیوا تھے بلکہ بعض اسلام کے ارکان بھی بجالاتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جو قرآن کے ایک حرف کو بھی جھٹلائے گا، اسے کافر کہا جائے گا، اگرچہ وہ عابد و پارسا ہی ہو۔ اور جو دین یا دین کی کسی چیز کا مذاق اُڑائے، وہ کافر ہے اور جو کسی متفق علیہ حکم کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اس کے علاوہ اسلام سے خارج کرنے والے دیگر احکام جو سب بدؤوں میں اکٹھے موجود تھے، اس کے باوجود ہم اُن پر اپنے سے پہلے لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے بلا دلیل اسلام پر عمل پیرا ہونے کا حکم لگاتے تھے۔

میرے بھائیو! غور کرو اور اس اصل کو یاد رکھو تو تمہیں اس سے کہیں زیادہ رہبری کی روشنی ملے گی۔ میں نے بات لمبی کر دی کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جن باتوں کی تنبیہ کی ہے، اس میں سے کسی پر بھی تم شک نہیں کرو گے۔ میری اس سلسلے میں اپنے لیے اور تمہارے لیے خصوصی نصیحت یہ ہے کہ رات دن اللہ کے سامنے گڑگڑانے کو اپنی عادت بنالو کہ وہ تمہیں نفس کی برائیوں اور اعمال کی خرابیوں سے بچائے۔ صراطِ مستقیم کی ہدایت دے، جس پر اس

کے انبیا، پیغمبر اور نیک بندے گامزن تھے اور گمراہ کن فتنوں سے تمہیں محفوظ رکھے۔ حق واضح اور روشن ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ سے ڈرو اور اسے ہر دم یاد رکھو۔ جو لوگ تمہارے علاقے میں ہیں، وہ خیر و شر میں تمہارے تابع ہیں۔ جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا ہے، اگر اسے کرتے رہے تو تمہیں کوئی بُرا نہیں کہہ سکے گا اور تم بڑے لوگوں کی طرح پریشان حال لوگوں کے لیے مشعل راہ بن جاؤ گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو راہِ راست پر چلائے۔

شیخ، ان کی آل و اولاد اور ہمارے اہل خانہ سب الحمد للہ اچھے اور تمہیں سلام عرض کر رہے ہیں۔ اپنے عزیزوں کو ہمارا سلام پہنچادو۔ والسلام وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ وصحبہ

اے اللہ! خط لکھنے والے، اس کے والدین، اس کی ذریت، خط پڑھ کر کاتب کے لیے مغفرت کی دعا کرنے والے اور جملہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

عمر فاروقی..................................

محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور ان کے عقائد و نظریات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حالیہ سعودی حکومت کے بانی شاہ عبد العزیز کے عقائد کا بھی تذکرہ کیا جائے، تاکہ معلوم ہو کہ ان کی طرف جن الزامات کی نسبت کی جاتی ہے، اس کی کتنی حقیقت ہے؟

شاہ عبد العزیز کا اصلاحی کردار

سقوط خلافت اِسلامیہ عثمانیہ کے بعد ۱۳۴۳ھ / بمطابق ۱۹۲۶ء میں شاہ عبد العزیز مکہ میں داخل ہوئے۔ جب مدینہ اور جدہ کے علاقے ان کی قیادت میں نئی حکومت کے حدود میں آگئے تو ان کے خلاف کئی غیر ملکی آوازیں اٹھیں اور اُنہوں نے ان پر کئی باتوں کی تہمت لگائی جن سے وہ بری ہیں۔ کسی نے کہا کہ وہ وہابی مذہب کے ماننے والے ہیں جو پانچواں مذہب ہے۔ اُنہوں نے حرمین شریفین کا تقدس پامال کیا، مسجد نبوی پر بم برسائے اور عزتیں لوٹیں۔ وہ نبی ﷺ سے محبت نہیں رکھتے اور آپ ﷺ پر درود نہیں بھیجتے۔ اس کے علاوہ دیگر کذب بیانیاں بھی کیں جو پہلے دہرائی جاچکی ہیں۔ اسی دوران علمائے اہل حدیث کا ایک گروپ آیا جس نے حج کیا، مسجدِ نبویؐ کی زیارت کی اور ان الزامات کو یکسر غلط پایا جو اُن پر لگائے جارہے تھے اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا۔ یہ لوگ اپنے اطمینان کے

بعد ہندوستان واپس آگئے تا کہ اتہامات کی تردید کریں اور آنکھوں دیکھی حقیقت حال بیان کریں۔ اُنہوں نے لکھنؤ اور دلّی کانفرنس کی تردید کے لئے دو کانفرنسیں منعقد کیں۔ اخباروں نے جن میں اخبار اہل حدیث، اخبارِ محمدی اور روزنامہ زمیندار پیش پیش تھے، شاہ عبد العزیز کی حقیقی کارگزاری بیان کی۔ اُنہوں نے حرمین شریفین میں جو اصلاحات کیں اور حجاج کے آرام و راحت اور امن و سکون کے لیے جو اقدامات کیے، ان کی تفصیلات شائع کیں۔ مزید برآں اُن کے عقیدے کی سلامتی اور اللہ کے دین کے لیے ان کی غیرت و حمیت کے جذبات کا حال لکھا۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جس عقیدے پر مضبوطی سے قائم تھے۔ اس کی وضاحت کے لیے اُنہوں نے خطوط بھی لکھے اور ہر سال حجاج کے وفود کے روبرو اپنے فکر و عمل کے اَحوال بھی بیان کرتے رہے۔

④ اس دوران شاہ عبد العزیز نے یکم ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۲۹ء کو مکہ میں شاہی محل میں 'یہ ہمارا عقیدہ ہے!' کے زیر عنوان ایک جامع تقریر کی۔ اس میں اُنہوں نے وضاحت سے کہا: لوگ ہمارا نام 'وہابی' رکھتے ہیں اور ہمارے مذہب کو پانچواں مذہب ٹھہرا کر 'وہابی' کہتے ہیں، حالانکہ یہ ایک فاش غلطی ہے جو جھوٹے پروپیگنڈے سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی اِشاعت خود غرض لوگ کیا کرتے تھے۔ ہم کسی نئے مذہب یا نئے عقیدے کے ماننے والے نہیں۔ اور محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئے، بلکہ ہمارا عقیدہ سلف صالحین ہی کا عقیدہ ہے، ٹھیک وہی عقیدہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے اور جس پر سلف صالحین کاربند تھے۔

ہم ائمہ اربعہ کا احترام کرتے ہیں، امام مالک، شافعی، احمد اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے مابین ہم کوئی تفریق نہیں کرتے، یہ سب ہماری نظر میں محترم و معظم ہیں۔ ہم فقہ میں مذہب حنبلی کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس کی دعوت دینے کے لیے شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے اور یہی ہمارا بھی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اللہ عزوجل کی توحید پر مبنی ہے۔ ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ ہر بدعت سے منزہ ہے۔ یہی وہ عقیدہ توحید ہے جس کی ہم دعوت دیتے ہیں اور یہی عقیدہ ہمیں آزمائش و مصائب سے نجات دے گا۔

رہا وہ تجدد جس کا بعض لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں کہ

اس تجدد میں ہمارے دکھوں کا علاج موجود ہے تو میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ یہ تجدّد دنیاوی اور اُخروی دونوں لحاظ سے ہر سعادت سے خالی ہے۔

یقیناً مسلمان جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پابندی کرتے رہیں گے بھلائی میں رہیں گے۔ خالص کلمہ توحید کے بغیر ہم سعادتِ دارین حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمیں وہ تجدد ہر گز نہیں چاہیے جو ہمارا عقیدہ اور دین ضائع کر دے۔ ہمیں اللہ عزوجل کی رضا چاہیے اور جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمل کرے گا، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ وہ اس کا مدد گار ہو گا۔ مسلمانوں کو ماڈرن بننے کی ضرورت نہیں، اُنہیں صرف سلف صالحین کے منہج کی طرف واپسی کی ضرورت ہے۔ جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں آئی، اس پر مسلمانوں نے عمل نہیں کیا تو وہ گناہوں کی کیچڑ میں لت پت ہو گئے۔ اللہ جل شانہ نے اُنہیں ذلیل و خوار کیا۔ وہ ذلت و رسوائی کی اس حد کو پہنچ گئے جس پر آج آپ انہیں دیکھ رہے ہیں، اگر وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھتے تو جن آزمائشوں اور گناہوں میں آج مبتلا ہیں، وہ اُنہیں لاحق نہ ہوتے، نہ وہ اپنی عزت و سربلندی کو ضائع کر پاتے۔ میرے پاس بے سر و سامانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اسی حالت میں نکلا، میرے پاس افرادی قوت بھی نہیں تھی۔ دشمن میرے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے لیکن اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے مجھے غلبہ حاصل ہوا اور یہ سارا ملک فتح ہو گیا۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج مسلمان مختلف مذاہب میں بٹ گئے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ غیر مسلم پردیسی ہماری مصیبت کا سبب ہیں۔ سب کچھ ہمارا کیا دھرا ہے۔ اپنی مصیبتوں کا سبب ہم خود ہیں، غور فرمایئے ! ایک غیر مسلم پردیسی کسی ایسے ملک میں جاتا ہے جہاں کروڑوں مسلمان ہوتے ہیں اور وہ تنہا اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو کیا ایسا تن تنہا شخص لاکھوں کروڑوں افراد پر اثر انداز ہو سکتا ہے جب تک کہ مقامی لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے افکار و کردار سے اس سے تعاون نہ کریں؟

نہیں، ہر گز نہیں، غیروں کے یہی معاونین ہماری مصیبتوں اور آزمائشوں کا سبب ہیں۔ ایسے مدد گار ہی دراصل اللہ کے اور خود اپنے نفس کے دشمن ہیں، لہٰذا قابل ملامت وہ کروڑوں مسلمان ہیں، نہ کہ غیر مسلم پردیسی۔ کوئی تخریب کار ایک مضبوط محکم عمارت میں تخریب کاری کی جتنی چاہے کوشش کر لے جب تک عمارت میں شگاف نہ پڑے اور کدال

گھسنے کی راہ ہموار نہ ہو، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ اگر وہ متفق و متحد اور یک جان رہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ ان کی صفوں میں سوراخ کر دے اور ان کا کلمہ منتشر کر دے۔

اس ملک میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلامی جزیرہ نمائے عرب کو نقصان پہنچانے، اندر ہی اندر اس پر ضرب لگانے اور ہمیں تکلیف دینے کے لیے غیر مسلم تارکین وطن کی مدد کرتے ہیں، لیکن ان شاء اللہ جب تک ہماری نبض چل رہی ہے، ان کی یہ مذموم خواہش پوری نہیں ہو گی۔

مسلمان متفق ہو جائیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں، اس طرح وہ یقیناً کامیاب اور بہ عافیت رہیں گے۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ آگے بڑھیں، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ کی سنت میں جو کچھ آیا ہے، اس پر عمل کرنے اور توحید خالص کی دعوت دینے کے لیے آپس میں متحد ہو جائیں تو میں بھی اُن کی طرف قدم بڑھاؤں گا اور جو کام وہ کریں گے اور جو تحریک لے کر وہ اُٹھیں گے، میں ان کے دوش و بدوش رہ کر ان کا ساتھ دوں گا۔

اللہ کی قسم! مجھے حکومت پسند نہیں۔ یہ اچانک میرے ہاتھ آگئی ہے۔ میں صرف رضائے الٰہی کا آرزو مند ہوں اور توحید کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ مسلمان اسے مضبوطی سے پکڑنے کا عہد کریں اور متحد ہو جائیں۔ یوں میں ایک بادشاہ، لیڈر یا ایک امیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک خادم کی حیثیت سے ان کے شانہ بہ شانہ چلوں گا۔[1]

④ ۲۳ محرم ۱۳۴۸ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۲۹ء کو ایک تقریر میں اُنہوں نے فرمایا:

آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ بعض لوگ راہِ ہدایت سے الگ ہو گئے ہیں، صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں اور ان چالوں کی وجہ سے جو بعض مدعیانِ اسلام چلتے ہیں اور اسلامی غیرت کا اعلان اور اظہار کرتے ہیں، شیطان کے پھندے میں پڑ گئے ہیں۔ اللہ گواہ ہے کہ دین ان سے اور اُن کی کارستانیوں سے بَری ہے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور برابر کہتا رہوں گا کہ جتنا خطرہ مجھے بعض مسلمانوں سے

[1] دیکھیے المصحف والسیف ... جمع و ترتیب: مجد الدین القابسی، ص: ۵۵، ۵۶

لاحق ہے، اتنا غیر مسلم تارکین وطن سے نہیں، کیونکہ ان کا معاملہ عیاں ہے، ان سے بچنا ممکن ہے، ان کے حملوں کو روکنے، ان کی چال بازیوں کا ناکام بنانے کے لیے تیاری ممکن ہے، یہ لوگ اسلام کے نام پر ہم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ رہے بعض مسلمان تو یہ لوگ اب تک نجد اور اہل نجد کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کے نام پر چالیں چلتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کرتے ہیں۔

حکومتِ عثمانیہ اسلامی حکومت کے دعویدار ہونے کی بنا پر لوگوں سے زیادہ قریب تھی۔ اس نے ہم سے اسلام اور مسلمانوں کے نام پر کئی شدید جنگیں کیں۔ ہر طرف سے ہمارا محاصرہ کر لیا۔ مدحت پاشا نے قطیف اور احساء کی جانب سے ہم سے جنگ کی، حجاز اور یمن کی طرف سے لشکرِ جرار کی چڑھائی کرادی، شمالی جانب سے عثمانی لشکر چڑھ آیا، ہمیں نیست و نابود کرنے اور اندر خانہ مارنے کے لیے ہر جانب سے محاصرہ کر لیا گیا۔ کیسی کیسی جھوٹی باتیں گھڑی گئیں، غلط باتوں کی کیسی ڈھول اُڑائی گئی۔ دعوت جس کو تحریک وہابیت کا نام دیا گیا، اسے نیا مذہب بتایا گیا۔ امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت لگائی گئی کہ وہ تحریک وہابیت کی ایک نئی بدعت لے کر آئے ہیں اور وہابیوں سے جنگ کرنا فرض ہے، پھر خوبصورت الفاظ سے کانوں کو دھوکے دیئے گئے۔ ہم سے جنگ کی گئی۔ بھولے بھالے اور کم عقل عوام کو ہمارے خلاف بہکایا گیا۔ وہ دھوکا کھا گئے اور حکومت کی باتوں میں آکر ہم سے دشمنی کرنے لگے۔ لیکن ان تمام باتوں کی باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اس دور میں اوروں نے بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک کیا، ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور دین ہی کے نام پر ہمیں ختم کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور اپنے کلمے کو بلند و بالا رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوت توحید سے جو دلوں میں ہے اور طاقت ایمان سے جو سینوں میں ہے، ہماری مدد فرمائی۔

دانائے قلوب اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ توحید نے صرف ہماری ہڈیوں اور جسموں ہی پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ہمارے دلوں اور اعضاء و جوارح پر بھی اس کا قبضہ اور غلبہ ہو گیا ہے۔ ہم نے توحید کو شخصی مقاصد پورا کرنے اور مال غنیمت کے حصول کا آلہ کار نہیں بنایا بلکہ ہم اسے مضبوط عقیدے اور قوی ایمان کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں تاکہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رکھا

جائے۔[1] یہ ہماری حقیر سی کوشش ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس عمل کو اپنی ذات کریم کے لیے خالص بنائے اور اس کے ذریعے طالبانِ علم و معرفت کو ہمیشہ نفع پہنچائے۔والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ وسلم علیٰ سیدنا ونبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

....

اَب تک جو معروضات کی گئی ہیں، اُن کے مطالعے کے بعد درج ذیل حقائق پر پھر توجہ فرمایئے اور اس پورے معاملے پر حتمی نظر ڈالیے۔

زندگی ربِ ذوالجلال کی بہت بڑی نعمت ہے اور نہایت عظیم الشان مقاصد کے لیے دی گئی ہے۔ جن لوگوں نے اس زندگی کو خود غرضی، ہیرا پھیری، الزام و دشنام، عیش و عشرت اور جسم و جنس کے مطالبوں پر ضائع کیا، وہ تاریخ کے کباڑ خانے میں پھینک دیے گئے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو زندگی کو اللہ ربّ العزت کی امانت سمجھتے تھے، وہ ہر عیش سے منہ موڑ کر اور ہر صعوبت برداشت کرکے آخر دم تک مقاصدِ حسنہ کے لیے کام کرتے رہے اور تاریخ کے ایوان میں شہیدوں کی طرح سرخرو ہوکر لازوال ہوگئے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی منفرد انسانوں میں سے تھے۔وہ احیاے دین ہی کے لیے جیے۔ اِسمی اور رسمی مسلمانوں کو سچا اور کھرا مسلمان بنانے کے لیے دن رات جدوجہد کرتے رہے۔ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے رہے اور اسی مقدس جدوجہد میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ.

شیخ موصوف بارہویں صدی ہجری میں منظرِ عام پر آئے۔ اس وقت اُمتِ مسلمہ کے فکر و عمل کا کیا حال تھا؟ یہ ایک دل دوز داستان ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے رب العزت کی بندگی فراموش کردی تھی۔ عقلوں پر نیند طاری تھی، ظنون واوہام کی پیروی کی جارہی تھی، ذلّت و مسکنت چھائی ہوئی تھی۔ہندوستان کے بے شمار مسلمانوں کی پیشانیاں قبروں اور آستانوں پر جھکی ہوئی تھیں۔ مصر میں بدوی و رفاعی، عراق میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، یمن میں ابن علوان، مکہ

[1] دیکھیے المصحف والسیف، ص:۵۸، ۵۹

مکرمہ اور طائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ خاص طور پر اہل نجد اخلاقی انحطاط کا شکار تھے۔ لوگوں کا بہت بڑا طبقہ صدیوں سے مشرکانہ عقیدوں کی زندگی بسر کرتا چلا آرہا تھا۔ جبیلہ میں حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر اور وادیٔ غیرہ میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا قبہ شرک و بدعت کے اعمال کا گڑھ بن گیا تھا۔ علاقہ بلیدۃ الفداء میں ایک پرانا درخت تھا، اس کے بارے میں یہ عقیدہ عام تھا کہ یہ لوگوں کو اولاد عطا کرتا ہے۔ اس فاسد عقیدے کی وجہ سے بے شمار عورتیں آتی تھیں اور اس درخت سے چمٹی رہتی تھیں۔ درعیہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب قبروں پر جاہلانہ عقیدت کے مظاہر عام تھے۔ اسی علاقے کے قریب ایک غار تھا، یہاں لوگ شرمناک افعال انجام دیتے تھے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس شہر بھی شرک و بدعت کے افعال سے محفوظ نہیں تھے۔ مسجد نبویؐ میں عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد کے قریب مشرکانہ صدائیں بلند کی جاتی تھیں اور غیر اللہ کے وسیلوں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔

ایک موقع پر شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں موجود تھے۔ لوگ استغاثہ و استعانت کی صداؤں میں گم تھے اور عجیب و غریب حرکتیں کررہے تھے۔ اسی لمحے تدریس حدیث کے جلیل القدر معلم محمد حیات سندی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ محمد کے اتالیق بھی تھے، وہاں آگئے۔ شیخ نے جاہلانہ حرکتیں کرنے والوں کی طرف اُنگشت نمائی کی اور پوچھا: ان لوگوں کی نسبت آپ کی کیارائے ہے؟ موصوف نے معاً سورہ اعراف کی یہ آیت پڑھی:

﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمۡ فِيۡهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾[1]

"یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ باطل ہے اور نیست و نابود ہو کر رہے گا۔"

مذہبی حالت کے علاوہ عرب کی سیاسی اور سماجی حالت بھی خراب تھی۔ عثمانی ترکوں کی حکمرانی کا سکہ چل رہا تھا، نجد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ خانہ جنگی عام تھی۔ فقر وفاقہ مسلط تھا۔ ترکوں کے زیر اہتمام مصر سے رقوم آتی تھیں اور مزاروں کے مجاوروں اور متولیوں میں بانٹی جاتی تھیں۔ لوگوں کی گزر بسر مزاروں، قبروں اور آستانوں کی مجاوری، گداگری اور لوٹ کھسوٹ پر موقوف تھی۔ یہ حالات دیکھ کر شیخ کا حساس دل تڑپ اٹھا اور

---

1 الاعراف:۱۳۹

وہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کی دعوت کا پرچم لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے :

① عقیدہ و عمل کی بنیاد صرف قرآن و سنت کی تعلیمات پر رکھی جائے۔
② نماز، روزہ، حج اور ادائے زکوٰۃ کا التزام کیا جائے۔
③ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صرف اسی کی ذاتِ عالی سے وابستہ ہیں، ان میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔
④ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے، پس اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگا جائے۔
⑤ پختہ قبریں اور مقبرے نہ بنائے جائیں۔
⑥ شراب، تمباکو، جوا، جادو، ریشم اور سونا نہایت سختی سے ممنوع ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ حق پرستی بڑا پُرجوش تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی دعوت ہر مسلمان کے رگ و ریشے میں نفوذ کر جائے اور برگ و بار لائے۔ اُنہوں نے دعوت کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ ان کے والد جناب عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نورِ نظر کی حق پرستی اور علمی وجاہتوں سے اتنے خوش ہوئے کہ اُنہوں نے خود نماز پڑھانی موقوف کر دی اور اپنے داعی الی اللہ بیٹے کو آگے بڑھا کر اِمامت کے مُصلے پر کھڑا کر دیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اہل خانہ، عزیز و اقارب اور عیینہ کے رہنے والوں کے علاوہ دور و نزدیک کے تمام اکابر و اصاغر کو اصل دین کی طرف رجوع کی دعوت دی۔ موصوف کا خیال تھا کہ بااثر حکام کی مدد حاصل کیے بغیر دعوت کا کام آگے نہیں بڑھے گا، چنانچہ اُنہوں نے امیر عیینہ عثمان بن معمر کو قبولِ حق کی دعوت دی تو اُس نے خوش سے قبول کر لی لیکن ملال کی بات یہ ہے کہ وہ اس عظیم دعوت پر استقامت نہ دکھا سکا۔ شیخ نے عثمان بن معمر کو اپنی رفاقت میں رکھ کر نماز باجماعت کا اہتمام کیا جو پہلے اس علاقے میں مفقود تھا۔ نماز نہ پڑھنے والوں اور جماعت کا التزام نہ کرنے والوں کے لیے سزائیں تجویز کیں۔ شرک و بدعت کے اڈّوں کا صفایا کر دیا۔

جن درختوں کی پوجا کی جاتی تھی وہ کٹوا دیئے اور جن قبروں اور قبوں کو ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا تھا، اُنہیں ڈھا دیا۔ یہ کوئی انوکھا اقدام نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سے دینی مصالح کی بنا پر وہ درخت کٹوا دیا تھا جس کی چھاؤں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعتِ رضوان ہوئی تھی۔ پکّی قبروں اور قبوں کو مسمار کرنے کے بارے میں علامہ

ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں:

وتجب المبادرة لهدمها وهدم القباب التي علىٰ القبور إذ هي أضر من مسجد الضرار[1]

یعنی "قبروں اور ان پر بنے ہوئے قبوں کو فوراً مسمار کر دینا چاہیے، اس لیے کہ یہ 'مسجد ضرار' سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔"

واضح رہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ زیارتِ قبور کے خلاف نہیں تھے۔ وہ ان مشرکانہ رسوم اور خرافات کے خلاف تھے جو قبروں اور آستانوں پر روا رکھی جاتی تھیں۔ اسی موقع پر آپ نے تبلیغی رسالے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جو مرتے دم تک جاری رہا۔

عیینہ میں اصلاح عقیدہ و عمل کا کام آہستہ آہستہ پھیلتا جارہا تھا کہ ایک دن ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک لڑکی کسی کمزور لمحے میں جوانی کی بھول کا شکار ہوگئی۔ یہ لڑکی شادی شدہ تھی۔ اپنے گناہ پر بہت نادم ہوئی۔ شیخ کی خدمت میں پہنچی۔ سارا ماجرا سنایا اور سبیل نجات کی خواہش ظاہر کی۔ شیخ اس لڑکی کی روداد سن کر سنّاٹے میں آگئے۔ انھوں نے اس المیے کے تمام پہلوؤں کی چھان پھٹک کی اور اس بدقسمت لڑکی پر بار بار جرح کرتے رہے۔ وہ ہٹ کی پکّی تھی، ٹلی نہیں۔ رہ رہ کر اقرارِ گناہ کرتی رہی، چنانچہ شیخ نے سنگساری کا فیصلہ سنا دیا اور علاقے کے مسلم حاکم عثمان بن معمر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس لڑکی کو سنگسار کر دیا۔

لڑکی کے سنگسار ہو جانے کی خبر سارے نجد میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اس زمانے میں یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ تھا، جس نے سنا دم بخود رہ گیا۔ خاص طور پر وہ مالدار لوگ بہت گھبرائے جو زر خرید عیاشیوں سے رت جگے کرتے تھے۔ اللہ اللہ! ربّ العزت کے احکام کی تعمیل میں کس قدر برکتیں اور خیر کثیر چھپی ہوئی ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہیں کیا جاتا، اس وقت تک ان حکموں میں چھپی ہوئی زبردست حکمتیں اور فیوض و برکات بھی عیاں نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ اسی سنگساری کے واقعے سے لگائیے کہ جونہی یہ واقعہ رونما ہوا، سابقہ حالت یکسر بدل گئی اور شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت

---

1 الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ا ص ۱۴۹، کبیرہ گناہ نمبر ۹۳ تا ۹۸

گھر گھر پھیل گئی۔ پہلے کوئی شیخ کی بات پر توجہ نہیں دیتا تھا، اب سبھی شیخ کی طرف متوجہ ہوگئے اور ہر جگہ انہی کی تحریک کا چرچا ہونے لگا۔

ہوتے ہوتے یہ خبر حکامِ بالا کو پہنچی۔ احساء و قطیف کا حاکم اعلیٰ سلیمان بن محمد عزیز حمیدی بد معاش اور عیاش آدمی تھا۔ اسے یہ خبر سن کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے امیر عیینہ عثمان بن معمر کو فوراً لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ہاں ایک مولوی شرعی فیصلے لاگو کر رہا ہے۔ اسے فوراً قتل کر دو، ورنہ ہم تمہیں جو سالانہ بارہ سو دینار اور دیگر امداد بھیجتے ہیں، وہ بند کر دی جائے گی۔ عثمان بن معمر یہ حکم نامہ پا کر سراسیمہ ہو گیا۔ اسے اپنے منصب اور درہم و دینار چھن جانے کا خطرہ لاحق ہوا تو اس نے شیخ محمد کو عیینہ سے باہر نکل جانے کا حکم دے دیا۔

جو لوگ اللہ رب العزّت کو اپنا دل دے دیتے ہیں، ان کے لیے اپنے وطن کے مالوفات بھی کوئی کشش نہیں رکھتے۔ وہ جہاں جاتے ہیں، نیکی کے بیج بوتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کی فصلیں تیار کرنے لگتے ہیں۔ شیخ نے جلاوطنی کا حکم صبر اور سکون سے سنا۔ وہ بڑی بے بسی اور تہی دامنی کی حالت میں عیینہ سے نکلے۔ درعیہ کا قصد کیا۔ بے آب و گیاہ صحرا کی وسعتیں تھیں، شدید گرمی تھی، کڑی دھوپ پڑ رہی تھی اور شیخ تنہا بہ تقدیر پیدل چلے جا رہے تھے۔

جادہ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو ۔۔۔ لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب

پیچھے پیچھے عثمان بن معمر کا فرستادہ سپاہی فرید ظفیری گھوڑے پر سوار چلا آتا تھا۔ اس نے ویرانے میں شیخ کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ اُٹھانا چاہا مگر اللہ کی ایسی زبردست نصرت آئی کہ وہ اس مذموم ارادے سے خود ہی ڈر گیا اور الٹے پاؤں عیینہ بھاگ گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ درعیہ پہنچے۔ امیر درعیہ محمد بن سعود اور ان کے بھائیوں نے شیخ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ موصوف نے محمد بن سعود کو بھی دعوتِ حق کی ترغیب دی جو اس نیک بخت انسان نے قبول کر لی۔ یوں شیخ محمد بن عبد الوہاب اور خاندانِ سعود میں باطل عقائد کے خاتمے اور اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا معاہدہ طے پا گیا۔ اس کی برکت سے وہ عظیم الشان انقلاب ظہور میں آیا کہ خاندانِ سعود کو اللہ تعالیٰ نے

پورے ملک کی فرمانروائی عطا کر دی۔ اور سارے جزیرہ نمائے عرب سے شرک وبدعت اور مکروہات وخرافات کا خاتمہ ہو گیا۔ آج وہاں توحید کے زبردست حسنات وبرکات کا کھلے عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔ الحمدللہ! دنیا بھر میں کہیں اتنا امن واستحکام اور عدل وانصاف موجود نہیں جتنا سعودی عرب میں ہے۔ یہ سب کچھ شرک وبدعت کے خاتمے اور دین قیم کے نفاذ کا فیضان ہے۔

کسی دعوے یا دعوت کی سچائی پرکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے داعی کا عمل دیکھا جائے اور یہ جانچا جائے کہ وہ دنیاوی شان وشوکت، مال وزر، اونچے عہدے اور نفسانی مطلوبات ومرغوبات کا دلدادہ تو نہیں ہے؟ اگر وہ ان چیزوں سے دور ہے تو یقیناً سچا ہے۔ اس کسوٹی پر شیخ محمد کو پرکھا جائے تو وہ کامل معنوں میں سچے، کھرے، مخلص، بے لوث اور مثالی مسلمان نظر آتے ہیں۔ بے داغ صداقت کی وجہ سے تمام اہل نجد شیخ محمد کے فدائی بن گئے تھے اور شیخ کے کردار کی بلندی اور دعوت کی سچائی کی بدولت سارا نجد شیخ کی زندگی ہی میں خاندانِ سعود کے زیر نگیں آ گیا تھا۔ امیر محمد بن سعود اور ان کے جانشین امیر عبدالعزیز شیخ کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے تھے اور اُن سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ مگر شیخ نے اپنے اس عالی رتبے سے کبھی کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ دعوت الی اللہ ہی کے فروغ کی دھن میں سرگرم عمل رہے۔ کسی اونچے منصب، عیش و راحت یا دنیاوی مال ودولت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ درجے کی دینی تعلیم وتربیت دی اور دنیاوی جاہ وحشم اور مال وزر کی طمع سے دور رکھا۔ اللہ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ آج بھی ان کی اولاد واحفاد سعودی عرب میں عظیم دینی خدمات انجام دے رہی ہے اور کسی دنیاوی منصب یا منفعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ شیخ کی اولاد سعودی عرب میں 'آل شیخ' کے نام سے معروف ہے اور انتہائی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جب بھی دعوتِ حق کا ظہور ہوا ہے، اس کا واسطہ تین طرح کے لوگوں سے پڑا ہے:

① وہ لوگ جنہوں نے دعوت قبول کر لی۔

② وہ لوگ جنہوں نے قبول نہیں کی اور چُپ چاپ اپنی ڈگر پر چلتے رہے۔

③ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نہ صرف دعوت قبول نہیں کی بلکہ وہ داعی اور دعوت کے دشمن بن گئے اور آخر دم تک دعوت حق کا چراغ بجھانے کی مذموم کوشش کرتے رہے۔

ہر داعی حق کی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب پر بھی یہی ماجرا گزرا۔ انہوں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ اُن کی ساری دعوت، تمنا اور تڑپ صرف یہ تھی کہ مسلمان فضول باتیں ترک کردیں۔ قرآن وسنت کی طرف پلٹ آئیں اور سچّے عملی مسلمان بن جائیں۔ بنابریں بارہویں صدی ہجری کی اتنی سچی، اتنی پاکیزہ اور اس قدر دل رُبا انقلابی دعوت کو دوسری صدی ہجری کی خارجی وہابیت[1] سے منسوب کرنا حق و صداقت کی آخری توہین اور عہدِ جدید کا سب سے بڑا افراڈ ہے۔

فرنگی سامراج، ترکی اور مصری مدتوں شیخ پر رکیک حملے کرتے رہے۔ ان کی کمک پر مامور یا مجبور علما مزاروں کی آمدنی سے مالامال پیر فقیر، ان کے مرید اور متوسلین بھی کم و بیش ڈھائی سو سال سے الزام و دشنام کے تیر برساتے آرہے ہیں۔ اگر ایک انسان کا قاتل پوری انسانیت کا قاتل ہے تو شیخ محمد کی دعوتِ حق پر جھوٹے الزامات لگانے اور سچائی کا خون کرنے والوں کو کیا کہا جائے گا؟

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے　　　تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!

| ماخوذ از کتاب: 'تاریخ وہابیت؛ حقائق کے آئینے میں'، طبع دارالسلام، لاہور |

---

1 دوسری صدی ہجری میں خوارج کے اباضی فرقے کی ایک تحریک جو خارجی فرقے کے ایک شخص عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن رستم سے منسوب تھی، اس تحریک کے بارے میں مغرب اقصےٰ اور اندلس کے بعض علماء کے شدید فتاویٰ بھی شمالی افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک گمراہ فرقہ تھا جس سے محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کو متہم کرکے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کی وضاحت اور مزید تفصیلات کے لئے محولہ بالا کتاب کا صفحہ ۱۸، اور ۱۹ ملاحظہ ہو۔ ح م

شیخ محمد بن صالح المنجد
انتخاب: نعیم الرحمٰن ناصف

روزہ و زکوٰۃ کے بارے اہم فتاویٰ

کیا مالِ تجارت کی زکاۃ قیمت خرید پر ہو گی یا قیمت فروخت پر؟

سوال: تجارتی سامان کی زکاۃ کس طرح ادا ہو گی؟ آیا وہ قیمتِ خرید کے مطابق ہو گی یا قیمت فروخت کے مطابق؟

جواب: تجارتی سامان کی زکاۃ کا حساب اس طرح ہو گا کہ سال مکمل ہونے پر سامان کی مارکیٹ کے مطابق قیمت لگائی جائے گی۔ (اور غالباً دوکان میں وہی فروخت کی قیمت ہے) چاہے یہ قیمتِ خرید کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ اور پھر اس سے اڑھائی فیصد زکاۃ ادا کی جائے گی۔[1] اور یہی کمالِ عدل ہے، کیونکہ سال مکمل ہونے کے وقت اس کی قیمت خریداری کی قیمت سے مختلف ہو سکتی ہے یا کم یا زیادہ۔

پھر اگر تاجر تھوک یعنی ہول سیل کا کاروبار کرتا ہو تو وہ ہول سیل کی قیمت لگائے گا، اور اگر وہ پرچون کا کاروبار کرتا ہے تو وہ پرچون کی قیمت لگائے گا۔[2] اور اگر وہ ہول سیل اور پرچون دونوں کاروبار اکٹھا کرتا ہے تو وہ قیمت متعین کرنے میں محنت سے کام لے اور ہول سیل فروخت کرنے والے مال کا اندازہ لگا کر اس کی قیمت ہول سیل ریٹ کے مطابق لگائے اور جو پرچون فروخت کرتا ہے اس کی قیمت پرچون ریٹ کے مطابق لگائے اور اس کی زکاۃ نکالے۔ اور اگر وہ اس حالت میں احتیاط کرتے ہوئے اتنی زکاۃ نکالے جو یقینی واجب کردہ زکاۃ سے زیادہ ہو تو یہ افضل ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ یہ اندازہ لگائے کہ وہ یہ سامان ہول سیل فروخت کرے گا اور پھر اسے وہ پرچون فروخت کر دے۔

---

۱ رسالة في الزكاة از شیخ ابن باز: (۱۱) رسالة زكاة العقار از شیخ بکر ابوزید: (۸)

۲ الشرح الممتع از شیخ محمد بن عثیمین: ۱۴۶/۶

افطاری کا کھانا حاضر ہو تو نمازِ مغرب کا حکم؟

سوال: مسلمان شخص کیسے افطاری کرے، کیونکہ بہت سارے لوگ کھانے میں مشغول ہوتے ہیں اور نماز کا وقت گزر جاتا ہے اور جب آپ اُن سے دریافت کریں تو وہ کہتے ہیں کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی۔ کیا اس قول سے استدلال جائز ہے، دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ مغرب کا وقت کم ہوتا ہے۔ ان حالات میں برائے مہربانی یہ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ کیا کھجور کے ساتھ افطاری کر کے نماز مغرب کے لیے چلا جاؤں اور بعد میں آکر کھانا کھاؤں، یا پہلے کھانا مکمل کروں اور بعد میں نماز ادا کرلوں؟

جواب: سنت یہی ہے کہ انسان افطاری جلدی کرے، اور جب سورج غروب ہو جائے تو وہ افطاری کرلے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ

"جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے، ان میں خیر و بھلائی رہے گی۔"[1]

اور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا»[2]

"میرے محبوب بندے وہ ہیں جو افطاری میں جلدی کرتے ہیں۔"

روزے دار کے حق میں زیادہ بہتر یہی ہے کہ وہ کھجور کے ساتھ افطاری کر کے نمازِ مغرب ادا کرے اور کھانا بعد میں کھائے تاکہ افطاری جلد کرنے اور نمازِ مغرب اوّل وقت میں ادا کرنے کی سنت جمع کر کے نبی کریم ﷺ کی اقتدا اور پیروی کر سکے۔ رہی یہ حدیث کہ

"کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی، اور دو خبیث اشیا (پیشاب اور پاخانہ) کو روک کر رکھنے کی حالت میں نماز نہیں ہوتی۔"[3]

اور حدیثِ نبویؐ:

"جب رات کا کھانا حاضر ہو جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے رات کا کھانا کھاؤ۔"[4]

---

۱ سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۸

۲ سنن ترمذی: ٦٣٦ ... ضعيف كما صرح الألباني

۳ صحیح مسلم: ۸۶۹

۴ جامع ترمذی: ۳۵۳

اس سے مراد یہ ہے کہ
جس کے سامنے کھانا پیش کر دیا جائے یا وہ کھانے میں حاضر ہو جائے تو وہ نماز سے قبل کھانا کھالے تا کہ وہ نماز کے لیے آئے تو اس کا دل کھانے کی طرف نہ ہو اور وہ کھانے سے فارغ ہو چکا ہو، اور پورے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ نماز سے قبل کھانا طلب کرے یا پھر کھانے میں خود حاضر ہو جائے، کیونکہ ایسا کرنے سے نماز باجماعت رہ جائیگی، اور وہ اوّل وقت میں نماز ادا نہیں کر سکے گا۔
(شیخ عبد العزیز بن باز کی سربراہی میں قائم دائمی فتویٰ کمیٹی، سعودیہ)

رمضان المبارک شروع ہونے کی مبارکباد دینا

سوال: رمضان المبارک شروع ہونے کی مبارکباد دینا جائز ہے، یا یہ بدعت شمار ہوگا؟
جواب: رمضان المبارک شروع ہونے کی مبارکباد دینے میں کوئی حرج نہیں، نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک آنے کی خوشخبری دیتے اور انہیں اس کا خیال رکھنے پر ابھارتے تھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے پاس بابرکت مہینہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین پابند سلاسل کر دیے جاتے ہیں، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار راتوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی اور خیر سے محروم کر دیا گیا تو وہ محروم ہے۔''[1]

روزے کی حالت میں بیوی سے خوش طبعی کرنے کا حکم

سوال: کیا میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے؟ میری بیوی مجھ سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ میں روزے کی حالت میں اس سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہوں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں، لیکن

---

۱ سنن نسائی: ج/۱۲۹، صحیح ترغیب وترہیب: ۱/۴۹۰

میں نے اسے کہا کہ روزے کی حالت میں ایسا کہنا جائز نہیں، لیکن وہ کہتی ہے کہ جائز ہے؟
جواب: مرد روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے خوش طبعی کر سکتا ہے، اسی طرح بیوی کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ اپنے خاوند سے روزے کی حالت میں خوش طبعی کر لے، لیکن ایک شرط ہے کہ وہ دونوں اپنے آپ پر کنٹرول رکھ سکتے ہوں کہ انزال نہ ہونے پائے، اور اگر انہیں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کہ شدید قسم کی شہوت ہونے کی بنا پر اس کا انزال ہو جائے، تو منی کے اخراج سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لہٰذا ایسے شخص کے لیے بیوی سے خوش طبعی کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ ایسے کرنے سے اپنا روزہ فاسد کر لے گا، اور اسی طرح مذی کے نکلنے کا خدشہ ہو۔[1] روزے کی حالت میں انزال ہونے سے محفوظ رہنے والے شخص کے لیے بیوی سے بوس و کنار کرنے کی دلیل یہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ

"نبی ﷺ ان سے روزہ کی حالت میں بوس و کنار کیا کرتے تھے، اور اُنہیں اپنے آپ پر تم سے زیادہ کنٹرول تھا۔"[2]

اور ایک حدیث میں ہے کہ عمرو بن سلمہؓ بیان کرتے ہیں:

"انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے: اس (ام سلمہؓ) سے پوچھ لو تو ام سلمہؓ نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔"[3]

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"بوسہ کے علاوہ معانقہ اور دوسرے ابتدائی کام کے حکم کے بارے میں ہم یہ کہیں گے کہ اس کا حکم بھی بوسے کا حکم ہی ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں۔"[4]

لہٰذا اس بنا پر آپ کا صرف اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں، یا وہ آپ کو یہ کہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں، روزے کو کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں دیتا۔

---

١ الشرح الممتع: ٦/ ٣٩٠
٢ صحیح بخاری: ١٩٢٧؛ صحیح مسلم: ١١٠٦
٣ صحیح مسلم: ١١٠٨
٤ الشرح الممتع: ٦/ ٤٣٤

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنا

سوال: مؤذّن نے وقت سے سات منٹ قبل اذان کہہ دی تو لوگوں نے روزہ افطار کر لیا کہ محلّے کی مسجد کی اذان سن کر ہم نے روزہ افطار کر لیا، اور سات منٹ گزرنے کے بعد ہم نے ایک دوسری مسجد کے مؤذن کی اذان سنی۔ جب ہم نے محلے کے مؤذن سے دریافت کیا تو اس نے ہمیں بتایا کہ اس سے غلطی ہو گئی کہ اذان کا وقت ہو گیا ہے، اب اس محلہ کے لوگوں پر کیا لازم آتا ہے؟

جواب: جس نے غروبِ شمس کا گمان کرتے ہوئے روزہ افطار کر لیا، اور پھر اسے علم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو جمہور علمائے کرام کے ہاں اس پر قضا ہے۔

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ 'المغنی' میں لکھتے ہیں:

"فقہاء وغیرہ میں سے اکثر اہل علم کا قول یہی ہے۔"[1]

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بچیوں کے کہنے پر روزہ افطار کر لیا اور جب نماز کے لیے نکلا تو مؤذن مغرب کی اذان دے رہا تھا؟ تو کمیٹی کا جواب تھا:

"جب آپ نے افطاری واقعتاً غروبِ آفتاب کے بعد کی ہے تو آپ پر کوئی قضا نہیں، اور اگر آپ نے یہ تحقیق کی یا آپ کے ظن پر غالب ہو گیا، یا آپ کو شک ہے کہ آپ نے غروبِ شمس سے قبل افطاری کر لی تو آپ اور جس نے بھی آپ کے ساتھ افطاری کی، اس پر قضا ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ دن باقی تھا، اور اس اصل سے بغیر کسی شرعی ناقل یعنی غروبِ شمس کے تبدیلی نہیں ہو سکتی۔"[2]

اور شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ بعض لوگوں نے افطاری کر لی اور بعد میں اُنہیں علم ہوا کہ ابھی تو سورج غروب نہیں ہوا تو اس کا حکم کیا ہے؟ شیخ کا جواب تھا:

"جس سے ایسا ہو جائے تو اسے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے وغیرہ سے رک جانا

---

۱ المغنی از ابن قدامہ مقدسی: ۴/ ۳۸۹

۲ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ۱۰/ ۲۸۸

چاہیے، اور جمہور اہل علم کے ہاں اس پر قضا ہے، اور اگر اس نے اجتہاد اور غروب شمس کے متعلق پوری کوشش کے بعد افطاری کی ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ جس طرح کہ اگر وہ تیس شعبان کو صبح اُٹھے اور دن میں اسے علم ہوا کہ آج تو رمضان کی یکم ہے، تو اسے باقی دن کچھ نہیں کھانا پینا چاہیے، اور جمہور کے ہاں وہ اس دن کی قضا کرے گا، اور اس پر کوئی گناہ نہیں، کیونکہ جب اس نے کھایا پیا تھا تو اسے رمضان کا علم نہیں تھا، لہٰذا جہالت نے اس سے گناہ کو ساقط کر دیا ہے، لیکن قضا ساقط نہیں ہو گی، اُسے اس دن کی قضا میں روزہ رکھنا ہو گا۔"[1]

تاہم بعض اہل علم کہتے ہیں کہ روزہ صحیح ہے، اور اس پر قضا لازم نہیں۔ مجاہد اور حسن رحمۃ اللہ علیہم سے یہی مروی ہے، اور اسحٰق اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم سے ایک روایت بھی یہی ہے، اور مزنی اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، اور شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔[2]

ان کا استدلال بخاری شریف کی مندرجہ ذیل روایت سے ہے:

ہشام بن عروہؓ فاطمہؓ سے اور وہ اسما بنتِ ابی بکرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اسما بنت ابی بکرؓ نے کہا: ہم نے نبی کریم ﷺ کے دور میں ابر آلود موسم میں روزہ افطار کر لیا تو بعد میں سورج نکل آیا۔ ہشام رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا اُنہیں قضا کرنے کا حکم دیا جائے؟ تو وہ کہنے لگے: قضا ضروری ہے، اور معمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے نہیں علم کہ اُنہوں نے قضا کی یا نہیں۔ اور ہشام کا یہ کہنا کہ قضا ضروری ہے، ایسا اُنہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق کہا ہے، اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں قضا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اسی لیے حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

"اور اسماءؓ کی حدیث میں نہ تو قضا کا ثبوت ہے اور نہ ہی اس کی نفی پائی جاتی ہے۔"

شیخ محمد بن عثیمین 'الشرح الممتع' میں کہتے ہیں:

"اُنہوں نے دن میں اس بنا پر افطاری کر لی کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ وہ سورج

---

1 مجموع فتاویٰ ابن باز: ۱۵/ ۲۸۸

2 فتح الباری: ۴/ ۲۰۰؛ مجموع الفتاوی از شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۵/ ۲۳۱

غروب ہونے سے جاہل تھے، نہ کہ شرعی حکم سے، لیکن اُن کا یہ گمان نہیں تھا کہ ابھی دن ہے، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے اُنہیں قضا کرنے کا حکم دیا، اور اگر قضا واجب ہوتی تو یہ اللہ کی شریعت سے ہوتی اور پھر یہ محفوظ بھی ہوتی، لہٰذا جب یہ محفوظ نہیں اور نہ ہی نبی کریم ﷺ سے منقول ہے، تو اصل بری الذمہ ہے، اور قضا نہیں ہے۔"[1]

اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"یہ قضا واجب نہ ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اگر اُنہیں قضا کا حکم دیتے تو یہ بھی عام ہوتا جیسا کہ ان کا افطاری کرنا نقل ہوا ہے، اور جب یہ منقول نہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُنہیں اس کا حکم نہیں دیا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ بلکہ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ کو کہا بھی گیا کہ انہیں قضا کا حکم دیا گیا تھا؟ تو ان کا کہنا ہے کہ قضا ضروری ہے، یہ ہشام نے اپنی رائے سے کہا ہے، اور حدیث میں یہ مروی نہیں۔ اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا۔ معمر رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ میں نے ہشام کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے علم نہیں کہ انہوں نے قضا کی یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے یہ بیان کیا ہے، اور ہشام رضی اللہ عنہ نے اپنے والد عروہ سے بیان کیا ہے کہ اُنہیں قضا کا حکم نہیں دیا گیا تھا، اور عروہ کو اپنے بیٹے سے زیادہ علم ہے۔"[2]

اور اگر آپ احتیاط کرتے ہوئے اِس کے بدلے ایک دن کی قضا میں روزہ رکھ لیں تو یہ بہتر ہے، اور الحمد للہ ایک دن کی قضا کرنا آسان ہے۔ اور جو کچھ ہوا، اس سے آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ واللہ اعلم

---

۱ الشرح الممتع: ۶/ ۴۰۲

۲ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۵/ ۲۳۱

مکاتیب و مراسلات

عزیز گرامی قدر ڈاکٹر حافظ حسن مدنی سلّمك الله تعالیٰ وعافاك

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہنامہ 'محدث' شمارہ مئی ۲۰۱۲ء میں آپ کا تحریر کردہ گرامی قدر اداریہ بعنوان ''مسئلہ تکفیر وخروج اور علما کی ذمے داری'' نظر نواز ہوا۔ ماشاء اللہ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی!

؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

بین الاقوامی استعمار اور اس کے اتحادیوں کی افغانستان و عراق، پاکستان اور صومالیہ وغیرہ اسلامی ممالک میں کھلی جارحیت اور چیرہ دستیوں اور ان ممالک میں مسلط امریکی غلام اور پٹھوؤں کی طرف سے اس ظلم وجبر کی حمایت کی وجہ سے مسلمان نوجوانوں میں اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ ان حکمرانوں کے خلاف بھی غیظ وغضب کے جو شدید جذبات پیدا ہو رہے ہیں جو اُن کے ایک گروہ کو تکفیر وخروج تک پہنچانے کا باعث بن رہے ہیں۔ اس پر آپ نے بڑے اعتدال وتوازن کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس میں ایک طرف نوجوانوں کے جذبات کو سمجھنے کی تلقین کی گئی ہے اور دوسری طرف علما کو اس انتہائی اہم مسئلے میں اپنی ذمے داریاں ادا کرنے کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔

اسی طرح سرحدی محاذ اور قبائلی علاقوں میں باطل سے برسرِپیکار افراد اور تنظیموں کو جو دہشت گرد قرار دے کر اپنے اور بیگانے سب ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے ہیں، اس پر تمام اسلامی جماعتوں اور تنظیموں کی خاموشی یا نیم خاموشی کو بھی بجا طور پر ایک بڑے المیے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں بلاشبہ مسلمانوں کی خاموش اکثریت کے دلی جذبات کی ترجمانی ہے، ان کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہیں اور ان حالات سے نمٹنے کے لیے صحیح راہ عمل کی نشاندہی ہے۔

راقم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے عزیز محترم کو اس اداریے پر مبارک باد پیش کرتا ہے کہ

اُنہوں نے وقت کے ایک نہایت اہم مسئلے پر نہایت سلامت فکری کے ساتھ روشنی ڈالی اور اس کے تمام پہلوؤں کو پوری وضاحت سے اجاگر کیا ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

مرحبا مؤذن بروقت بولا ترى آواز مکّے اور مدینے

حافظ صلاح الدین یوسف، لاہور

۲۸ مئی ۲۰۱۲ء

-------- * -------- * --------

محترم جناب ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور

السلام علیکم!

'محدث' کا ماہ مئی ۲۰۱۲ء کا شمارہ ہاتھوں میں ہے۔ سچی بات ہے کہ اس پُر فتن دور میں یہ مجلّہ ایک چراغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالخصوص اس دور میں فتنہ تکفیر اور اس کے داعیان کی سرکوبی اور اس کے شر سے عامۃ الناس کو بچانے کے لیے اس کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

اسی شمارہ میں اپنے برادرِ عزیز حافظ عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مضامین بالخصوص جامعہ لاہور اسلامیہ کے ساتھ اُن کے دلی تعلق کو جان کر خوشی ہوئی۔ علم تو تھا ہی کہ جامعہ کے ساتھ اُن کی لگن انتہا کی تھی جس کا ذکر وہ خود کیا کرتے تھے مگر معلومات میں اضافہ ہوا۔

میں آپ کا شکر گزار بھی ہوں۔ سچی بات ہے کہ یہ صدمہ صرف میرے لئے یا ہمارے خاندان کے لئے نہیں بلکہ عالم اسلام کے سب علم دوست لوگ اِس سے رنج واَلم کا شکار ہیں۔ یادگاروں اور یادداشتوں کا ایک وسیع وعریض سلسلہ میرے ذہن میں گردش کر رہا ہے، مگر علالت کے سبب ان کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نظر نہیں آرہا۔ میں نے 'الاعتصام' کے لیے ایک تحریر لکھی تھی، لیکن فوٹو کاپی بھی نہیں کروا سکا۔ علالت کے سبب دوبارہ بھی نہ لکھ سکا۔ آپ سے گزارش ہے کہ ان سے وہ تحریر حاصل کرکے 'محدث' میں ضرور شائع کر دیجئے۔

۱۹۵۵ء میں مولانا علی محمد سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جامعہ سعیدیہ میں تدریس کے لیے نامزد فرمایا۔ ۱۹۶۲ء کے قریب مولانا نے شعبہ کتب خانیوال منتقل کر لیا اور شعبہ حفظ کی ذمہ داری میرے حوالے کر گئے۔ میں اسی وقت سے اس جگہ خطابت، امامت اور حسبِ توفیق دین کی

نشرواشاعت میں مصروف ہوں اور اب تو الحمدللہ طالبات کی تعلیم و تربیت کے لیے طیبہ ایجوکیشن کمپلیکس کے نام سے بھی مستقل اِدارہ مصروف عمل ہے۔

جامعہ سعیدیہ کی خانیوال منتقلی کے بعد سے شعبہ حفظ اسی گاؤں میں موجود ہے۔ جس میں الحمدللہ پاکستان کی نامی گرامی شخصیات مثلاً مفتی حافظ عبدالستار الحماد، حافظ عبدالرزاق مسعود (برطانیہ)، ڈاکٹر حافظ محمد انور (اسلام آباد) اور سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم شامل ہیں جنہوں نے میرے پاس قرآن کریم حفظ کیا۔

بھائی عبدالرشید اظہر نے ہمارے آبائی گاؤں حفظ کیا اور منزل مجھے سنائی۔ اس کے بعد بھائی کے تمام تعلیمی مراحل کی ذمہ داری، نگرانی میرے سپرد تھی اور میں نے ہمیشہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دی۔ بھائی نے ہمیشہ میرا بہت احترام کیا۔ بھائی کی تینوں بیٹیاں بھی میرے بیٹوں: عزیزم عبداللطیف ساجد، عبدالوکیل، عبدالجلیل (جو جامعہ لاہور الاسلامیہ میں زیر تعلیم بھی رہے) اُن کے حبالہ عقد میں ہیں۔ غرض یادیں ہی رہ جاتی ہیں۔ میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے بھائی کی خدمات کو سراہا۔ تمام قارئین سے بھی بھائی کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ویسے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور بھائی کو شہدا کے مقام و مرتبہ پر فائز کرے گا اور بھائی کی نگرانی میں چلنے والا ادارہ بھی ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ بہت خوشی ہوئی حالیہ دنوں میں جامعہ سعیدیہ جاکر کہ برخوردار مسعود اظہر ادارے کے انتظام و انصرام میں مصروفِ عمل ہیں اور خاص کر جامعہ کے طلبا کی تعداد اور نظم وضبط اطمینان بخش ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح اس ادارے سے دین کے داعی پیدا کرے جس طرح اسی جامعہ کے فاضلین ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبدالستار الحماد اور سینکڑوں اصحابِ علم تیار کئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی استقامت عطا فرمائے۔ میری طرف سے برادرِ مکرم حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کی خدمت میں سلام عرض کیجئے گا۔ والسلام

حافظ عبدالستار[1] بن عبدالعزیز

برادرِ اکبر ڈاکٹر عبدالرشید اظہر

---

۱ حکیم حافظ عبدالستار، خطیب مرکزی جامع مسجد طیبہ اہلحدیث، ٹبہ، تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال

www.kitabosunnat.com www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol.44 No.7

Monthly MUHADDIS Lahore

5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپے —— زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700